یا فاطمة الزهراء سلام الله علیها

مجلہ علمی و تحقیقاتی

اختر تابان

جمادی الاول و جمادی الثانی ۱۴۴۶ھ

بنیاد اختر تابان

www.allamahrizvi.com

بسم الله الرحمن الرحيم

معرفی بنیاد اختر تابان

رئیس المبلغین علامہ سید سعید اختر رضویؒ کے علمی آثار اور آپ کے تبلیغی خدمات اور طریقۂ کار کو علمی اور مذہبی حلقوں تک پہنچانے کے لئے سرزمین مقدسہ قم ـ ایران پر " بنیاد اختر تابان " نامی ادارہ ، علامہ رضویؒ کے پوتے جناب حجۃ الاسلام سید کاظم رضوی (حفظہ اللہ تعالیٰ) کے زیر نگرانی دینی و علمی خدمات انجام دے رہا ہے۔

مذکورہ ادارہ مختلف علماء کے تعاون سے عربی، فارسی، اردو، انگریزی، گجراتی، ہندی، سواحلی زبانوں میں متعدد علمی، تحقیقی اور تبلیغی امور انجام دے رہا ہے اور ایران، مشرقی آفریقا و ہندوستان کے مختلف مذہبی، سماجی اداروں اور تنظیموں سے بھی مرتبط ہے۔

بنیاد اختر تابان کی اہم خدمات

- آثار و مکتوبات علامہ رضویؒ کی جدید نشر واشاعت۔
- مشرقی آفریقا میں اسلامی مدارس کے لئے تعلیمی نصاب کی تدوین۔
- مبلغین کے لئے تعلیمی و تحقیقی کورسز کا انعقاد۔
- سوشل میڈیا گروپس اور چینلز کے ذریعہ دینی، مذہبی اور علمی پیغامات کی تبلیغ وترویج۔
- برصغیر، مشرقی افریقااور جنوبی ایشیا کے لئے علمی، تحقیقی امور کو انجام دینا۔
- ویب سائٹ «WWW.ALLAMAHRIZVI.COM» کی تشکیل۔
- علامہ رضویؒ کی سوانح حیات کی ڈاکیومینٹری تیار کرنا۔
- علمی و فکری جلسات کا انعقاد۔
- دوماہی علمی اور تحقیقی مجلّہ «اختر تابان» کی اشاعت۔

حجۃ الاسلام والمسلمین سید کاظم رضوی
(بانی و مدیر بنیاد اختر تابان)

رئیس المبلغین علامہ
سید سعید اختر رضوی مرحوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زیر سرپرستی حضرت ولیعصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف

اختر تابان

Akhtar Taban

دوماہی مجلہ علمی و تحقیقاتی اختر تابان

سال ۱ | شمارہ ۳ | جمادی الاول و جمادی الثانی ۱۴۴۶ھ

بنیاد اختر تابان

خیابان صفائیہ، کوچہ ۲۸، چہار راہ اول، پلاک ۶۳

+۹۸۹۹۶۳۷۷۸۶۱۴ - ۰۲۵۳۷۸۳۷۵۰۶

www.AllamahRizvi.com

info@allamahrizvi.com

مشخصات مجلہ

ناظر اعلیٰ

حجۃ الاسلام والمسلمین سید کاظم رضوی

مدیر اجرائی

مولانا سید تعلیم رضا جعفری

معاون اجرائی

ڈاکٹر سید باقر ایلیار رضوی

گرافیک و ڈیزائن

سید روح اللہ نقوی

فہرست مطالب

- مظلومہ عالم کا پیغام ---------- ۵
  ادارہ
- آیت کا پیغام ---------- ۷
  ادارہ
- حضرت علیؑ اور بیعت شیخین ---------- ۸
  رئیس المبلغین علامہ سید سعید اختر رضوی گوپالپوری (اعلی اللہ مقامہ)
- بیت معمور ---------- ۱۶
  ادیب عصر علامہ سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوریؒ
- خطبہ فدک؛ منابع اور اسناد کی روشنی میں ---------- ۲۰
  حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری
- قرآن کی نظر میں خاندان کی اہمیت ---------- ۳۲
  ڈاکٹر سید باقر ایلیا رضوی
- جناب فاطمہ زہراؑ کی ۲۰ قرآنی خصوصیات ---------- ۳۸
  مولانا سید تعلیم رضا جعفری
- جناب فاطمہ زہراؑ کی چالیس حدیثیں ---------- ۵۴
  مولانا سید مہدی رضا رضوی
- جناب فاطمہ زہراؑ احادیث کی روشنی میں ---------- ۶۳
  سیدہ نہاں نقوی
- اشعار در مدح حضرت فاطمہ زہراؑ ---------- ۷۰
  مولانا سید معظم حسین زیدی
- THE BRIGHT BIRTH OF PROPHET MOHAMMAD (PBUH) AND IMPORTANT EVENTS BEFORE DECLARING PROPHETHOOD (PART-2) ---------- ۷۳
  RAIS AL-MUBALLIGHEEN ALLAMAH SAYYID SAEED AKHTAR RIZVI

توجہ: مقالہ نگار کی آراء سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

علماء کرام اور طلاب محترم اپنے مفید مقالات اور تحقیقی آراء سے ہمیں نواز کر شکریہ کا موقع عطا فرمائیں۔

بنیاد اختر تابان۔ قم

اداریہ: مظلومۂ عالمؑ کا پیغام

حضرت فاطمہ زہراؑ نے اپنی زندگی میں نظام ظلم کا مقابلہ کرنے کے لئے جو کردار ادا کیا، وہ دور حاضر میں بھی بہت اہمیت کا حامل ہے؛ آپؑ کی جدوجہد، استقامت، صبر، اپنے اعتقادی اور اصولی موقف پر قائم رہنے وغیرہ جیسے امور تمام نسلوں کے لئے رہنمائی اور نشان راہ ہیں۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے ہمیشہ حق کی حمایت کی اور ظلم کے خلاف آواز اٹھائی۔ آپؑ کا یہ کردار آج بھی ہمارے لئے پیغام ہے کہ ہم حق کی خاطر ہمیشہ جدوجہد کریں اور چاہے جتنے مشکلات و موانع درپیش ہوں حالات سے نہ گھبرائیں۔ ہمیشہ مظلوموں کے ساتھ کھڑے رہیں، ان کی مدد کریں خاص طور پر اگر نمائندہ، ولی حق، امام وقت مظلوم واقع ہورہا ہو، اس کو لوگوں نے تنہا کردیا ہو، اس کی رہبریت میں لوگ مانع ہورہے ہوں تو اپنی جانب سے پوری کوشش کرنا چاہئے کہ اس کا دفاع کریں، اس کی رہبریت اور حاکمیت کو معاشرہ میں نافذ و جاری کروانے کی کوشش کریں۔ ظاہر سی بات ہے کہ حق کی راہ میں استقامت اور ظالموں کے مظالم سے مقابلہ کے لئے صبر و استقامت کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور حضرت فاطمہ زہراؑ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ امور آپؑ کی زندگی میں بہت واضح ہیں، آپ پر عدیم المثال مظالم ڈھائے گئے لیکن آپؑ نے اپنے وظیفہ سے دستبرداری اختیار نہیں کی۔ آپؑ کی یہی زندگی ہمیں حوصلہ دیتی ہے کہ ہم اپنی زندگیوں میں اپنے اصول واقدار کی حفاظت کرتے ہوئے نظام حق کی حمایت کریں چاہے اپنے وجود ہی کی قربانی کیوں نہ دینا پڑے۔

اس راہ میں شہزادی کائناتؑ کا ظاہری جسم ٹوٹ گیا لیکن آپؑ نے باطل کے بُتوں کے تقدس کو چور چور کرکے ہی دم لیا۔ اپنے خطبے کے ایک ایک بند تقدس نما چہروں پڑی نقابوں کو الٹ کرکے رکھ دیا۔ جنہوں نے خلافت الٰہیہ پر قبضہ کرکے اس کی حیثیت کو پائمال کرنا چاہا اور دنیاوی خلافت و ملوکیت سے تبدیل کرنے کی بھرپور کوشش کی، شہزادیؑ نے پہلے ہی قدم پر روشن گری کرتے ہوئے راہ و باطل کو واضح فرمادیا۔ اپنے بیانات میں ظالموں کی سرزنش اور مظلوموں کی حمایت والی آیات کی تلاوت فرماتے ہوئے واضح کردیا کہ ظلم و غصب اور اس کے مقابلے میں سکوت و خاموشی سے صرف قہر الہی، امت کی تباہی اور انحرافات کو دعوت دی جاسکتی ہے جیساکہ شہزادیؑ کی عیادت کے لئے آنے والی خواتین سے خطاب کرتے ہوئے، غصب خلافت امام علیؑ اور اہل بیتؑ پر ہونے والے مظالم کے مقابلے میں ان کے مَردوں کی خاموشی کے سلسلے میں فرمایا کہ: "خدا کی قسم! میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں تمہاری دنیا سے

ناراض ہوں اور تمہارے مردوں سے بیزار ہوں۔ میں نے انہیں آزمانے کے بعد ان سے امید چھوڑ دی، اور ان کی بد نیتیوں اور ان کے ناپسندیدہ رویوں کو دیکھنے کے بعد ان سب سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ پس برباد ہوں ان کے فاسد خیالات، بے معنی باتیں، اور کمزوریاں "۔

اس مقام پر شہزادی کائناتؑ نے قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا جس میں بنی اسرائیل کے برے انجام کا ذکر ہوا ہے کہ: «تَرى‏ كَثيراً مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ ما قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذابِ هُمْ خالِدُونَ»؛ان میں سے اکثر کو آپ دیکھیں گے کہ یہ کفار سے دوستی کرتے ہیں، انہوں نے اپنے نفس کے لئے جو سامان پہلے سے فراہم کیا ہے وہ بہت ہی برا سامان ہے جس پر خدا ان سے ناراض ہے اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں " (مائدہ، آیت ۸۰)۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے اپنی جانب سے تمام کوششوں کے بعد مجبور ہو کر ان کی رسیوں کو انہیں کی گردنوں میں ڈال دیا (انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا) جبکہ ہر طرح سے ان پر حملہ کیا تھا (انہیں بیدار کرنے کی ہر کوشش کی تھی پھر بھی انہوں نے ظلم کے مقابلے میں سکوت ہی اختیار کئے رکھا) ۔ لعنت ہو ظالم قوم پر اور کٹ جائیں ان کے ہاتھ پاؤں۔ اور وہ خدا کی رحمت سے دور ہوں " (تفسیر اہل بیت ؑ، ج ۴، ص ۱۹۴؛ بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۱۶۱)۔ شہزادی کائنات کا یہ بیان جہاں آپؑ کی مظلومیت کو بیان کرتا ہے وہیں آپؑ کی جانب سے حق و ولایت کی راہ میں نہایت کوشش کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ اسی طرح یہ بیانات اس عظیم خطبہ فدک کے بعد سے مربوط ہیں جس میں شہزادیؑ نے حق کی حمایت اور امامت کی نصرت کے لئے اپنے مخاطبین کو بیدار کرنے کی نہایت کوشش فرمائی اور اہل بیتؑ کے حق میں ہونے والے مظالم کا ذکر اور ظالموں اور غاصبوں کے اعمال کے نتیجے میں امت کی تباہی اور تخریبی آثار سے آگاہ فرمایا اور اس بات کو جانتے ہوئے کہ لوگ بیدار نہیں ہونگے پھر بھی اتمام حجت اور اپنے " درد دل " کے اظہار کی غرض ایک مفصل خطبہ ارشاد فرمایا۔ الحمد للہ "بنیاد اختر تابان " کی جانب سے اس سال فاطمیہؑ کے موقع پر اس خطبہ کی مختصر اور جامع انداز میں تشریح کی گئی اور ادارہ کی ویب سائٹ اور دیگر ذرائع ابلاغ سے ۳۵ قسطوں میں منتشر کیا گیا۔ عنقریب تمام اقساط کو کتابی شکل میں منظر عام پر لایا جائے گا تاکہ ہماری قوم شیعہ اور حقیقت کے تمام متلاشی حضرات کے لئے مظلومہ عالم کے پیغام کو پہنچایا جاسکے کہ کبھی بھی حق و حقیقت کی راہ میں قدم رکھنے والے شکست نہیں کھا سکتے ہیں چاہے تعداد میں کتنے ہی کیوں نہ ہوں اور کتنا بھی ظلم ان پر کیوں نہ ڈھایا جائے (والسلام مع الاکرام)۔

آیت کا پیغام

قرآن کریم انسان کے بارے میں بیان کرتا ہے کہ انسان فطری طور پر خدا کو پہچانتا ہے اور خدا ہی کی طرف مائل ہوتا ہے؛ ارشاد ہوتا ہے: «فَأَقِمْ وَجْهَکَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِکَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَکِنَّ أَکْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ»؛ «آپؐ خود کو خدا کی دین کی طرف متوجہ رکھیں، اس لئے کہ یہ وہی فطرت ہے جس پر خداوند عالم نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور خدا کی خلقت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی ہے» - (سورہ روم، آیت ۳۰)۔ جب تک انسان کی فطرت بیدار رہتی ہے تب تک وہ خدا کی تلاش میں رہتا ہے اور اپنے تمام تر وجود، طاقت، حیثیت، مقام وغیرہ کو خدا ہی کی طرف سے جانتا ہے۔ لیکن یہی انسان اپنی حقیقت سے غفلت اور دیگر مادی اسباب سے دل لگی کی وجہ سے، اپنے ہی مالک و خالق سے غافل ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں متعدد مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور حتی ناامید و پریشان حال ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: «جب ہم انسان کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ حق سے منھ پھیر لیتا ہے اور تکبر کے ساتھ حق سے دور ہو جاتا ہے اور جب ذرا سی بلا و مصیبت پڑتی ہے تو پوری طرح سے مایوس و ناامید ہو جاتا ہے» - (سورہ اسراء، آیت ۸۳)۔ معلوم ہوا کہ انسان دو حال سے خالی نہیں ہوتا ہے: فطری اور عادی۔ اور جو انسان فطرت کے لحاظ سے ہوشیار ہوتا ہے وہ چاہے مشکلات میں ہو یا نعمتوں میں۔ سختی میں ہو یا بلا و مصیبت میں۔ خدا ہی طرف دل لگائے رہتا ہے۔ لیکن جب انسان اپنی ہی فطرت سے غافل ہو جاتا ہے تو وہ دنیاوی نعمتوں اور مادیات میں گم ہو جاتا ہے، حقائق اور ہدایت کی راہوں سے منھ موڑ لیتا ہے۔ خود کے لئے اور دوسروں کے لئے مشکلات و مصائب پیدا کرتا ہے۔ تاریخ کے دامن میں بہت سی مثالیں اس سلسلے میں بیان ہوئی ہیں۔ ایام شہادت حضرت فاطمہ سؑ بھی اس طرح کی مثالوں کی یادآوری اور ان سے عبرت حاصل کرنے کا بہترین موقع ہے جہاں خداپرستی و خودپرستی، حق پرستی اور باطل پرستی کے بہت سے تاریخی نمونے ذکر ہوتے ہیں۔ ہوشیار انسان وہ ہے جو تاریخ کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے عبرت کے سمندر سے خوب استفادہ کرے اور حق و صداقت کا دامن تھام کر باطل پرستی سے دور ہو جائے اور اہل حق و صداقت سے متمسک رہے۔

حضرت علیؑ اور بیعت شیخین

▪ تحریر: رئیس المبلغین علامہ سید سعید اختر رضوی گوپال پوری ؒ

تمہید:

قدیم ترین اسلامی تاریخ مغازی ابن اسحاق اور اس کی تلخیص سیرت ابن ہشام دوسری اور تیسری صدی ہجری میں لکھی گئیں۔ اس کے بعد تاریخ طبری تیسری صدی ہجری میں لکھی گئی۔

یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ قدیم اسلامی تاریخیں حدیث کا ایک شعبہ تھیں اور حدیث ہی کی طرح ان میں مندرج ہر بیان راویوں کے سلسلے اسناد کے ساتھ لکھا جاتا تھا، اور تدوین حدیث پر جو حالات گذرے ان کا پورا اثر تاریخ کی تدوین پر بھی پڑا کیونکہ ہیئت اور مواد کے اعتبار سے حدیث اور تاریخ میں کوئی فرق نہ تھا۔ خلیفہ اول اور خلیفہ دوم حدیث کی کتابت سے روکتے تھے اور حدیث بیان کرنے پر بھی پابندی لگادی گئی تھی۔ معاویہ نے اپنے دور حکومت میں حدیثیں گڑھنے اور روایتیں وضع کرنے کے لئے ایک باضابطہ ادارہ قائم کیا تھا جو ہماری اطلاع کے مطابق دنیا کا پہلا حکومتی پروپیگنڈا ڈیپارٹمنٹ تھا۔ اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ حضرات شیخین کی فضیلت میں جھوٹی حدیثیں رائج کی جائیں۔ بنی امیہ کو قریش کا معزز ترین خاندان اور رسولؐ کا اصلی قرابت دار ظاہر کیا جائے اور امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ اور ان کے اسلاف و اخلاف کی طرف ہر طرح کی برائیوں دھڑلے سے منسوب کی جائیں۔ جو لوگ ایسی حدیثیں گڑھتے تھے انہیں انعام و اکرام سے نوازا جاتا تھا۔ دربار میں ان کی منزلت بڑھائی جاتی تھی اور وہ خلفاء و حکام کے مقربین میں شامل کئے جاتے تھے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کی جان و مال اور عزت و آبرو خطرے میں پڑ جاتی تھی۔ اس مختصر مقالے میں اس تاریک دور کی تصویر کشی ممکن نہیں ہے۔ جو لوگ تفصیل جاننا چاہتے ہیں وہ ابوالحسن علی ابن المدائنی کی "کتاب الاحداث" کو دیکھیں یا ابن ابی الحدید معتزلی کی "شرح نہج البلاغہ" (طبع مصر) کی گیارہویں جلد کا مطالعہ کریں۔

اہل بیت رسولؐ کی تنقیص و تحقیر اور مخالفین کی تائید و تعظیم کا یہ سلسلہ نوے (۹۰) برس سے زیادہ

عرصہ تک چلتا رہا۔اس عرصے میں کئی نسلیں ایسی گذر گئیں جو بنی امیہ ہی کو اہل بیت رسولؐ سمجھتی تھیں اور علی ابن ابی طالبؑ پر جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں لعنت کو سنت رسولؐ سمجھ کر حرز جان بنائے ہوئے تھیں۔

یہاں ضمناً یہ بات واضح کردینا ضروری ہے کہ بنی امیہ حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ بھی تسلیم نہیں کرتے تھے۔ان کے نظریہ کے مطابق امیر المومنینؑ نے چار یا پانچ سال تک خلافت پر معاذ اللہ غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا۔امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) کے دور تک یہی عقیدہ رائج تھا اور وہ بھی اسی عقیدہ کے قائل تھے لیکن آخر میں ان کا اعتقاد بدل گیا اور وہ حضرت علیؑ کو چوتھا "خلیفہ راشد" کہنے لگے جس پر عام علماء اہل سنت نے ان پر اعتراضات کی بھرمار کردی۔

تقریباڈیڑھ سو سال کے پروپیگنڈے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں جعلی حدیثیں عالم اسلام میں پھیل گئیں جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ نے بخوشیٔ خاطر شیخین کی خلافت کو تسلیم کرلیا تھا اور ان کی بیعت کرلی تھی۔ نیز یہ کہ حضرات خلفاء حضرت علیؑ سے امور خلافت میں مشورے لیتے تھے اور ایک وفادار رعایا کی طرح شیخین کے تمام اقدامات کے موئد تھے۔ ایسی حدیثیں بھی وضع کی گئیں جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ حضرت رسول مقبولؐ اور حضرات ائمہ معصومینؑ غلطیوں اور خطاؤں کے معاذ اللہ مرتکب ہوتے تھے۔ ایسی حدیثوں سے دو فائدے حاصل ہوتے تھے؛ایک تو ان حضرات کی عصمت پر بٹہ لگتا تھا اور اس کے علاوہ خلفاء بنی امیہ کی بدکرداریوں، فحاشیوں اور فسق و فجور سے بھری ہوئی زندگیوں کے لئے ایک وجہٗ جواز نکل آتی تھی کہ جب رسولؐ جیسا معصوم بھی لغزشوں سے محفوظ نہ رہ سکا تو ان غیر معصوم خلفاء کی بدعنوانیوں پر اعتراض کیسا؟ یہ تھا ابتدائی صدیوں میں اسلامی دنیا کا مزاج۔ یہی وہ وقت تھا جب حدیث اور تاریخ کی کتابیں مرتب کی جانے لگیں۔ ظاہر ہے کہ ان کتابوں میں زیادہ تر ویسی ہی حدیثیں اور روایتیں جگہ پاسکیں جو کہ عام مسلمانوں میں قبولیت عام کی سند حاصل ہوچکی تھی۔ اس کے نتیجے میں ایک ایسی تاریخ معرض وجود میں آئی جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اہل بیت رسولؐ اور خلفاء میں کامل اتحاد و یگانگت تھی، حضرت علیؑ نے شیخین کی بیعت کرلی تھی اور رائے مشوروں میں شریک رہتے تھے۔ان دونوں گروہوں میں باہم ایسی محبت تھی کہ حضرت علیؑ نے اپنی بیٹی کا عقد حضرت عمر ابن خطاب سے کردیا تھا وغیرہ وغیرہ۔

میں نے ایران میں اپنی متعدد تقریروں میں فخر کے ساتھ یہ بات کہی ہے کہ تاریخی معاملات کو صحیح طریقے سے جانچنے پرکھنے کا کام صرف ہندو پاک کے علمائے اعلام نے گذشتہ سو برس میں انجام دیا ہے اور کھوٹے کھرے کی پہچان کرادی ہے۔ جب کہ یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ ایران و عراق و لبنان وغیرہ کے علمائے کرام آج بھی آنکھیں بند کرکے طبری وغیرہ کے بیانات کو حرف آخر سمجھ کر اپنی کتابوں میں درج کرتے رہتے ہیں۔

انکار بیعت

اس مقالے میں مجھے صرف اس بات پر روشنی ڈالنی ہے کہ کیا امیرالمومنینؑ نے حضرات شیخین کی بیعت کرلی تھی؟

حضرات اہل سنت کی حدیثیں اور تاریخیں ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ جب تک سیدہؑ زندہ رہیں انہوں نے حضرت علیؑ کو ابوبکر کی بیعت نہ کرنے دی۔ چھ مہینے بعد جب جناب سیدہ ؑ کی وفات (شہادت) ہو گئی اور لوگوں کی نظر میں حضرت علیؑ کی پہلے جیسی عزت نہ رہ گئی تو آپؑ نے ابوبکر کی بیعت کرلی۔

لیکن ہمیں تاریخ میں دو ایسی باتیں نظر آتی ہیں جن سے اس مفروضے کی تردید ہوتی ہے:

دلیل اول:

پہلا موقع وہ ہے جب حضرت عمر نے اپنے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لئے ایک کمیٹی ترتیب دی جسے اسلامی تاریخ "شوریٰ "کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اس کمیٹی میں حضرت علیؑ، عثمان، طلحہ، زبیر، سعد ابن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف شامل تھے۔ خلیفہ کا انتخاب ان کے باہمی مشورے پر چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ اپنے درمیان میں سے ایک خلیفہ منتخب کرلیں۔ یہ حکم بھی دیا گیا تھا کہ اگر ان میں سے پانچ افراد ایک شخص پر متفق ہو جائیں اور چھٹا مخالف ہو تو اسے قتل کردیا جائے۔ اگر چار افراد ایک پر متفق ہوں اور دو مخالف تو ان دو کا سر کاٹ دیا جائے۔ اگر تین تین کے دو گروپ ہو جائیں تو جس طرف عبدالرحمٰن بن عوف ہوں اس کی بات مانی جائے گی اور دوسرے تین اس پر راضی نہ ہوں تو ان تینوں کو قتل کردیا جائے گا۔

یہاں یہ بات بیان کردینا ضروری ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف، عثمان کے بہنوئی تھے اور سعد ابن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف ایک ہی خاندان، بنی مخزوم سے تھے اور ایک دوسرے کے ابن عم تھے۔ عرب کے قبائلی تعصب کو دیکھتے ہوئے یہ سوچا بھی جاسکتا تھا کہ سعد، عبدالرحمٰن کی مخالفت کریں گے یا عبدالرحمٰن، عثمان کو نظرانداز کردیں گے۔ اس طرح عثمان کے قبضے میں تین ووٹ پہلے سے

موجود تھے، جن میں عبدالرحمٰن بن عوف کا فیصلہ کن ووٹ بھی شامل تھا۔ اب رہے طلحہ تو وہ ابوبکر کے خاندان بنی تیم سے تھے اور سقیفہ بنی ساعدہ کے بعد بنی ہاشم اور بنی تیم میں سخت عداوت چلی آرہی تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ حضرت علیؑ نے جنگ بدر میں طلحہ کے چچا عمیر بن عثمان اور طلحہ کے دو بھائیوں عثمان اور مالک کو قتل کیا تھا۔ لہٰذا طلحہ کے لئے حضرت علیؑ کی حمایت ناممکن تھی۔ اسی لئے اس کمیٹی کی تشکیل کے بعد حضرت علیؑ نے اپنے چچا عباس سے کہہ دیا تھا کہ اس بار بھی یہ امر ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔

بہرحال شوریٰ کے طریقہ کار اور اس کے اثرات پر اس طرح غور کرنے کے بعد جو کچھ شوریٰ میں ہوا، اس پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ ابتداء میں طلحہ نے عثمان کی حمایت میں اپنا نام واپس لے لیا، تب زبیر حضرت علیؑ کے حق میں دستبردار ہوگئے اور سعدابن ابی وقاص نے عبدالرحمٰن بن عوف کی حمایت میں دست برداری اختیار کی۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ اگر مجھے خلیفہ بنانے کا اختیار دے دیا جائے تو میں بھی خلافت کی امیدواری سے دست کش ہوجاؤں گا۔ اس طرح اب مقابلہ حضرت علیؑ اور عثمان کے درمیان رہا۔ دو دن تک حضرت علیؑ نے اپنے حق کے اثبات کے لئے مسلسل ایسے دلائل دیئے کہ سب لاجواب ہوگئے اور جو اصل منصوبہ تھا کہ عثمان کو خلافت مل جائے وہ ناکام ہوتا نظر آرہا تھا۔ شب کے وقت عبدالرحمٰن بن عوف، عمروعاص کے پاس گئے اور صورت حال کی نزاکت بیان کی عمروعاص نے یہ مشورہ دیا کہ کل صبح تم علیؑ کو اس شرط پر خلافت پیش کرو کہ وہ "کتاب خدا، سنت رسولؐ اور سیرت شیخین پر عمل کریں گے "۔ علیؑ سیرت شیخین کو قبول نہیں کریں گے، اس وقت تم عثمان کے سامنے یہی شرط رکھنا اور وہ یقینا قبول کرلیں گے تو تم ان کے ہاتھ پر بیعت کرلینا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے تشویش ظاہر کی اگر علیؑ نے یہ شرطیں قبول کرلیں تو کیا ہوگا؟ عمروعاص نے کہا کہ علیؑ سیرت شیخین کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔

تیسرے دن یہی ہوا حضرت علیؑ نے سیرت شیخین کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ تب عثمان کے سامنے یہی شرطیں رکھی گئیں اور انہوں نے قبول کرلی اور خلیفہ بنادیئے گئے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عمروعاص کو کیوں یہ یقین تھا کہ علیؑ سیرت شیخین کو کبھی قبول نہیں کریں گے۔ اور اگر حضرت علیؑ نے ان دونوں حضرات کی بیعت کرلی تھی تو پھر ان کی سیرت کے اتنے مخالف کیوں تھے کہ ہاتھ آئی خلافت کو ٹھوکر ماردی؟ مزید

برآں اگر اس جلسے میں نہیں تو کم از کم بعد میں کسی نے حضرت علیؑ سے کیوں نہیں کہا کہ آپؑ تو ابوبکر و عمر کی بیعت کر چکے تھے تو پھر ان کی سیرت پر چلنے سے انکار کیوں کیا۔

ان سوالات پر اگر تعصب کو کنارے رکھ کر غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ حضرت علیؑ نے ان حضرات کی بیعت نہیں کی تھی اور نہ ان کی سیرت کو پسند کرتے تھے۔

دلیل دوم

عمر ابن سعد نے امام حسینؑ سے (کربلا میں) ملاقات کے بعد ابن زیاد کو خط لکھا کہ حسینؑ اس پر آمادہ ہیں کہ مدینہ واپس چلے جائیں یا کسی سرحدی علاقہ میں جا کر ایک عام انسان کی طرح زندگی بسر کریں یا یزید کے پاس جا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کریں اور اس کے فیصلے کو قبول کرلیں (یہ تیسری بات عمر سعد نے اپنی طرف سے بڑھائی تھی اور تاریخی شواہد اس کی تردید کرتے ہیں)۔ابن زیاد یہ خط پڑھ کر خوش ہوا اور اپنی منظوری لکھنا چاہتا تھا کہ شمر نے اس کو بھڑکا دیا اور یہ کہا کہ "حسینؑ اگر تیرے علاقہ سے تیرے ہاتھ پر بیعت کئے بغیر نکل گئے تو ان کی طاقت اور بڑھ جائے گی اور تیری طاقت پر ضرب لگے گی "۔ بہرحال ابن زیاد نے عمر سعد کی تجویزیں مسترد کردیں اور لکھا کہ "میں نے تجھے حسینؑ سے صلح کرنے کے لئے یا مجھ سے ان کی سفارش کرنے کے لئے نہیں بھیجا ہے، اگر حسینؑ اور ان کے ساتھی میرے حکم پر راضی ہوں تو انہیں میرے پاس بھیج دے ورنہ ان سے جنگ کرکے ان کو قتل کردے اور بعد از قتل حسینؑ کی لاش کو گھوڑوں سے پامال کردے اور اگر اس حکم کی تعمیل تجھے منظور نہ ہو تو ہمارے کام سے الگ ہو جا اور لشکر کو شمر کے حوالے کردے کہ ہم نے اس کو یہ اختیار دے دیا ہے " (مقتل الحسین المقرم، ج ۱، ص ۲۰۸ بحوالہ ابن اثیر، ج ۴، ص ۲۳)۔

جب یہ خط شمر کے ہاتھ سے عمر سعد کو ملا تو اس نے سمجھ لیا کہ یہ شمر کی چال بازی کا نتیجہ ہے۔اس نے شمر سے غصہ میں کہا کہ "گمان کرتا ہوں کہ تو نے ابن زیاد کو میری بات ماننے سے روکا ہے اور میں جو معاملات سلجھانا چاہتا تھا تو نے ان کو بگاڑ دیا ہے (اور مطالبہ بیعت کے بارے میں کہا): «والله لا يستسلم حسين فانّ نفس أبيه بين جنبَيه» خدا کی قسم! حسینؑ کبھی اطاعت قبول نہیں کریں گے کیونکہ ان کے سینے میں ان کے باپ کا دل دھڑک رہا ہے (مقتل الحسین المقرم، ج ۱، ص ۲۰۸ بحوالہ ابن اثیر، ج ۶، ص ۲۳۶؛ انساب الاشراف بلاذری، ق ۱،

ج ۱، الارشاد مفید، ص ۸۹ ۔ حیاۃ الامام الحسینؑ باقر شریف قرشی، ج ۳، ص ۱۳۳)۔

اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ نہ تو حضرت علیؑ نے کسی کی بیعت کی تھی اور نہ حسینؑ کسی کی بیعت کریں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر حضرت علیؑ نے بیعت کرلی تھی تو شمر نے یہ جواب کیوں نہ دیا کہ جب علیؑ نے بیعت کرلی تھی تو حسینؑ کیوں انکار کریں گے۔ اس گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سنہ ۶۱ ہجری کے محرم تک دوست و دشمن ہر ایک کو یہ بات معلوم تھی کہ حضرت علیؑ بیعت نہیں کی تھی۔

واضح رہے کہ عمر سعد کا یہ جملہ خود اس کے خط میں مندرجہ تیسری شق کی نفی کرتا ہے جو اس نے ابن زیاد کو لکھا تھا کہ حسینؑ راضی ہیں کہ وہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کرلیں۔ اب شمر سے مباحثہ کے وقت بے اختیارانہ اصل بات اس کے منہ سے نکل آئی کہ حسینؑ کبھی اطاعت نہیں کریں گے۔

دلیل سوم

آیئے اب اس قصے پر نظر ڈالیں جس کا ذکر بیعت کے سلسلے میں اوپر کیا گیا ہے۔ اس قصے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سیدہؑ نے نہ خود ابوبکر و عمر کی بیعت کی، نہ اپنے شوہر کو بیعت کرنے دی۔ حضرت سیدہؑ کے فضائل و مناقب اسلام کے ہر فرقے کے عقیدے کا جزو ہیں، وہ رسولؐ کا ٹکڑا اور سیدہ نساء العالمینؑ ہیں اور سیدہ نساء اہل جنت ہیں۔ پھر بھی انہوں نے ابوبکر کی بیعت نہ کی جبکہ رسولؐ کا یہ ارشاد ہے کہ: «مَنْ ماتَ وَ لَمْ یعْرِفْ إمامَ زَمانِهِ مَاتَ مِیتَةً جَاهِلیة»؛ جو اپنے امام زمانہ کو پہچانے بغیر مرجائے وہ جاہلیت (کفر) کی موت مرتا ہے۔ (الاقبال بالاعمال الحسنہ سید بن طاووس، ج ۲، ص ۲۵۲؛ کمال الدین شیخ صدوق، ج ۲، ص ۴۱۰؛ شرح مقاصد تفتازانی، ج ۵، ص ۲۳۹؛ ینابیع المودة قندوزی، ج ۳، ص ۴۵۶)۔

ذرا سوچیے کہ جناب سیدہؑ اپنے زمانے کے امام کو پہچانتی تھیں یا نہیں اور اگر ابوبکر امام زمانہ تھے تو ان کی بیعت سے انکار کے بعد وہ سیدہ نساء اہل جنت کیسے بن سکتی ہیں؟ لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت سیدہؑ کی نظر میں امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ امام زمانہ تھے اور انہیں کو اپنا امام مانتی تھیں اور اسی لئے وہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار بنیں۔ اگر بعد وفات رسولؐ حضرت علیؑ امام تھے تو بعد وفات جناب سیدہؑ وہ اس امامت سے معزول کیسے ہو جائیں گے۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ شیعہ عقیدہ کے مطابق علیؑ اور فاطمہؑ دونوں معصوم تھے اور دونوں نے

چھ مہینے تک ابوبکر کی بیعت نہ کی یعنی ان کی نگاہ میں ابوبکر کی خلافت کی کوئی اصلیت یا حقیقت نہ تھی اور ان کی بیعت سے انکار کرکے ہی یہ حضراتؓ راہ حق پر گامزن رہ سکتے تھے۔ اگر بیعت ابوبکر سے انکار حق تھا تو چھ مہینے بعد بیعت کرلینا کیسے حق ہوسکتا ہے؟ اور اگر بیعت کرنا حق تھا تو جناب سیدہؑ نے پوری زندگی اس حق کی مخالفت کیوں کی اور حضرت علیؑ چھ مہینے تک اس حق سے کیوں رو گرداں رہے؟

آخر میں ایک بات واضح کردینی ضروری ہے کہ بیعت نہ کرنا ایک بات ہے اور مشورہ طلب کرنے پر صحیح مشورہ دینا الگ بات ہے اور مخالف ہوتے ہوئے بھی جنگ نہ کرنا ایک تیسری بات ہے۔

اوپر یہ دکھایا جاچکا کہ حضرت علیؑ نے بیعت ہرگز نہیں کی، رہی یہ بات کہ جب مختلف مواقع پر مشورے طلب کئے گئے تو حضرت علیؑ صحیح مشورے کیوں دیئے؟ اس کے کئی اسباب میں سے ایک اہم سبب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ: "المستشارُ مؤتَمَنٌ"؛ "جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے" (منتہی السؤول، عبداللہ عبادی، ج ۲، ص ۲۵)۔ یعنی اسے صحیح مشورہ دینا چاہئے۔ علاوہ بریں وہ مشورے ملت اسلامیہ کی مفاد کے پیش نظر دیئے جاتے تھے کہ بحیثیت امام برحق حضرت امیرالمومنینؑ کا یہی فریضہ تھا کہ وہ ان مفادات کی حفاظت کریں۔

اب رہی جنگ نہ کرنے کی بات تو اس کے متعلق زید بن خالد نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر حضرت علیؑ کا حق تھا تو انہوں نے جنگ کیوں نہ کی۔ آپؑ نے فرمایا کہ مددگاروں کی معتد بہ تعداد کے بغیر جہاد کرنے کا حکم صرف ایک ذات کو دیا گیا تھا یعنی حضرت رسالتمآب کو کہ اگر تمہارا کوئی بھی معین و ناصر نہ ہو تو تن تنہا جہاد کے لئے نکلو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ: «فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ...» (نساء، آیت ۸۴)؛ "پس خدا کی راہ میں جنگ کرو تم پر اپنے نفس کے علاوہ کسی کی ذمہ داری نہیں ہے..."۔

لیکن دوسرے لوگوں کے لئے اللہ یہ ارشاد فرماتا ہے: وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ» (انفال، آیت ۱۶)

اور اس شخص کے سوا جو لڑائی میں ادھر ادھر مڑے یا کسی جماعت کے پاس جاکر موقع تلاش کرے اور جو شخص بھی اس دن ان کفار کی طرف سے اپنی پیٹھ

پھیرے گا وہ یقینا خدا کے غضب میں آگیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے اور وہ (کیا) برا ٹھکانہ ہے "۔

اس کے بعد امامؑ نے فرمایا: حضرت علیؑ کے پاس کوئی ایسی جماعت نہیں تھی جو اس میں ان کی مدد کرتی۔ لہٰذا حضرت علیؑ پر جنگ کرنا واجب نہیں تھا اور ان کے پاس کوئی گروہ ہوتا تو ضرور جنگ کرتے (تفسیر العیاشی، طبع تہران، ج ۲، ص ۵ ۔ تفسیر المیزان، ج ۵، ص ۲۵) ۔

نوٹ:

واضح رہے کہ رئیس المبلغین مذکورہ مضمون کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس مضمون کو نومبر ۱۹۹۵ء میں اپنے ایک دوست مقیم ٹورنٹو (کناڈا) کی فرمائش پر تحریر فرمایا تھا۔ مضمون کو فیکس کرنے کے بعد اپنے فرزند ارجمند حجۃ الاسلام سید محمد رضوی (سلمہ اللہ تعالی) کے متوجہ کرنے پر معلوم ہوا ہے شیخ مفید (علیہ الرحمۃ) کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت علیؑ نے ابوبکر کی بیعت کبھی نہیں کی جیسا کہ شریف مرتضی علم الہدی نے الفصول المختار من العیون والمحاسن (ص ۵۶-۵۷) میں لکھا ہے۔ اس حوالہ کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ شیخ مفید (علیہ الرحمۃ) کا استدلال میری تیسری دلیل سے ملتا جلتا ہے جسے آنجناب نے منطقی تشریح و تحلیل کے ذریعہ واضح کیا ہے۔ میں اللہ تعالی کی اس توفیق کا شکر کیسے ادا کروں کہ میری فکر و نظر کو اسی نہج پر گامزن رکھا جو شیخ مفید (علیہ الرحمۃ) جیسے معلم الامۃ کا منہج تھا۔

تسبیح حضرت فاطمہ زہراؑ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

«مَنْ سَبَّحَ تَسْبِيحَ فاطِمَةَ (عليهاالسلام) ثُمَّ اسْتَغْفَرَ غُفِرَ لَهُ وَهِيَ مِائَةٌ بِاللِّسانِ وَاَلْفٌ فِي الْمِيزانِ وَتَطْرُدُ الشَّيْطانَ وَ تُرْضِيَ الرَّحْمانَ»

"جو شخص تسبیح حضرت فاطمہؑ پڑھے اور پھر خدا سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے، اور یہ (تسبیح) پڑھنے میں صرف سو لفظ ہیں لیکن میزان میں جب اس کا وزن کیا جائے گا تو ایک ہزار کے برابر ہو گی، اور اس تسبیح کے پڑھنے سے شیطان دور ہوتا ہے اور رحمان راضی ہوتا ہے"۔ (وسائل الشیعہ، باب ۸، ۱۰۲۳، ح ۳)۔

بیت معمور

▪ ادیب عصر علامہ سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری رحمہ اللہ

یہ ڈیوڑھی ہے جناب فاطمہؑ کی ... !

ابھی چند دن پہلے تک اس کے گرداگرد عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا تھا، آسمان والے مختلف بہانوں سے افتخار حاصل کرنے کے لئے آتے جاتے رہتے تھے، کوئی چکی چلانے آتا تھا، کوئی جھولا جھولانے، کوئی روٹیوں کی بھیک مانگنے چلا آتا تھا۔ جبرئیل امینؑ دن بھر میں کتنے ہی چکر لگادیتے تھے، کبھی آیۂ ولایت کا مژدہ سنانے، کبھی آیۂ تطہیر کا اعلان کرنے کے لئے، کبھی سورۂ دہر کا قصیدہ پڑھنے کے لئے۔ چاند سورج اسی ڈیوڑھی سے اکتساب فیض کرتے تھے اور ستارے تو لوگوں کو دکھادکھاکے، جگا جگاکے اس کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہوجاتے تھے، یہیں آسمان والوں کو معراج ملتی تھی۔

زمین والے بڑی عقیدت سے اسی چوکھٹ کا طواف کیا کرتے تھے، وہ جانتے تھے کہ خداکے گھر سے اس کا براہ راست تعلق ہے، مسجد کی طرف سب کا دروازہ بند ہوگیا تھا لیکن یہ پوری شان و شوکت کے ساتھ کھلارہا، کچھ لوگوں نے اس کی ضد میں صرف ایک سوراخ کھلا رکھنے کی اجازت چاہی اور رسولؐ نے سختی سے منع کر دیا تھا، خدا نے اس ڈیوڑھی کو بلند رکھنے کا حکم دیا ہے: «أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ» (نور/۳۶) ۔ یہ ڈیوڑھی روحانی برکات کا مرکز ہے، مومنوں کی امارت اسی گھر میں ہے، عورتوں کی قیادت اسی سے مخصوص ہے، جنت کی سرداری اسی میں محدود ہے۔

اور رسول اکرمؐ، خاتم الانبیاءؐ، رسالتوں پر گواہ، آخری امت کا بہی خواہ، رحمۃ للعالمینؐ، صبح سے شام تک کئی مرتبہ اس گھر کا چکّر لگایا کرتے تھے، صبح کی نماز پڑھی اور ادھر کا رخ کیا: «**الصلوۃ الصلوۃ یا اھل البیت "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت لیطھر کم تطھیرا"**»؛ (احزاب/۳۳) ۔ شام ہوئی اور قدم خود بخود اسی طرف بڑھ گئے، کبھی وحی لانے والوں سے محبت خداوندی کی بشارت سنی اور سجدوں پر سجدے کرنے لگے، کبھی بدن میں ضعف محسوس ہوا تو یہیں آئے، اس میں رسولؐ کا اپنا والہانہ

پن بھی ہے اور حکم خدا کی تعمیل بھی۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ رسولؐ کے پسینے پر اپنا خون بہانے والے صحابہ، آفتاب رسالتؐ سے لو لگانے والے ستارے اس ڈیوڑھی کا احترام کریں کیونکہ قرآن نے رسولؐ کی سیرت کو بہترین نمونۂ عمل بنایا ہے۔

جمیع بن عمیر کا بیان ہے کہ: ایک بار میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے پوچھا: رسول خداؐ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ شاید وہ ام المومنین کے چہرے پر دوڑتی ہوئی سرخی دیکھنا چاہتے تھے لیکن انہوں نے جواب دیا: فاطمہؑ۔ پھر پوچھا: اور مردوں میں حضورؐ کو سب سے زیادہ کون محبوب تھا؟ جواب ملا: ان کے شوہر۔ (جامع ترمذی ج ۵ ص ۶۵۴ ح/ ۳۸۷۴)

حضرت عائشہ ہی کا بیان ہے: «**ما رایت قط احدا افضل من فاطمة غیر ابیها**»؛ "میں نے فاطمہؑ سے زیادہ فضیلتوں کا حامل ان کے باپ کے سوا کسی کو نہیں دیکھا"۔ (معجم الاوسط ج ۳ ص ۳۴۹ ح ۲۷۴۲)

وہ کہتی ہیں کہ رسولؐ جب بھی سفر سے تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے فاطمہؑ کے گھر تشریف لے جاتے تھے، رسولؐ کا ارشاد تھا کہ "میں اس سے جنت کی خوشبو سونگھتا ہوں"۔

مسور بن مخرمہ جن کو اس گھر والوں سے خدا واسطے کا بیر تھا، کہتے ہیں: میں نے خود رسول اللہ سے سنا ہے، وہ فرماتے تھے کہ فاطمہ میری پارۂ جگر ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ (صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۰۰۴؛ صحیح مسلم ج ۵ ص ۵۳ ح/ ۹۳)

معتبر صحابی کا بیان ہے کہ انہوں نے بچشم خود دیکھا کہ فاطمہؑ سو رہی ہیں اور چکی خود بخود چل رہی ہے، فاطمہؑ کے بچوں کا جھولا خود بخود جنبش میں ہے، کچھ غیر مرئی ہاتھ اس ڈیوڑھی کی خدمت پر مامور تھے۔

صبیح مولی ام سلمہ اور زید بن ارقم دونوں بیک زبان کہتے ہیں کہ رسولؐ نے علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ سے فرمایا: «**انا حرب لمن حاربتم و سلم لمن سالمتم**»؛ "اس سے جنگ کرنے والا ہوں جو تم سے جنگ کرے، میں اس سے صلح کروں گا جو تم سے صلح کرے"۔

پھر اچانک آفتاب رسالتؐ کے غروب ہوتے ہی اس ڈیوڑھی پر بھیانک اندھیرا چھا گیا، اس کے زمین و آسمان ہی بدل گئے، میں نے غلط کہا، آسمان نہیں بدلا زمین بدل گئی، زمین والوں کا مزاج بدل گیا، دنیا پرستوں کا طریقہ بدل گیا، کہاں تو عقیدت کیشوں کا طواف تھا، نفس پیمبر کا دم بھرا جاتا تھا، رسولؐ کی پارۂ جگر کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش تھی،

فرزندان رسولؐ پر واری فدا ہونے کے مظاہرے تھے۔ اور کہاں اب انہیں لوگوں پر زمین تنگ کی جانے لگی، زندگی دو بھر کرنے کا بیڑا اٹھالیا گیا، ان کے تمام مادی و روحانی حقوق پر قبضہ کرلیاگیا، وسائل حیات سے منع کیاگیا، امارت و سیاست سے متعلق رسولؐ کے اعلانات کو نظر انداز کیاگیا، رسولؐ کی بیٹیؑ ان سے اپنا حق مانگنے گئی، غصب حقوق کے خلاف احتجاج کرنے گئی تو اسے دھمکیاں دی گئی اور جھٹلایا گیا۔

علامہ عبدالکریم شہرستانی "الملل والنحل" میں لکھتے ہیں: «ان عمر ضرب بطن فاطمة یوم البیعت حتی القت المحسن من بطنها و کان یصیح احرقوا الدار و من فیها و ما کان فیها غیر علی و فاطمة و الحسن و الحسین»؛ "ہنگامہ بیعت کے دن حضرت فاطمہؑ کے شکم پر عمر نے ضرب لگائی جس کی وجہ سے محسنؑ کا حمل ساقط ہوگیا، اس دن عمر چیخ رہے تھا: گھر میں آگ لگادو، اس گھر میں جو بھی ہو پھونک دو اور اس گھر میں علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے سوا کوئی بھی نہ تھا"۔ (الملل والنحل ج ا ص ۵۹)۔

طبری کے الفاظ ہیں: «وقال والله لاحرقن علیکم او لتخرجن الی البیعة»؛ "عمر بن خطاب نے کہا: خدا کی قسم! تم سب کو جلا ڈالوں گا یا یہ کہ باہر نکل کر بیعت کرو"۔ (تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۹۸)

ابھی بہتر دن پہلے یہی عمر ہزاروں کے مجمع میں علی ؑ کے ہاتھوں پر بیعت کررہا تھا اور بلند بانگ الفاظ میں تہنیت پیش کررہے تھا، آج بیعت کا مطالبہ کررہا ہے اور اس طرح رحلت رسولؐ کی تعزیت پیش کررہا ہے۔

تاریخ ابوالفداء کی عبارت ہے: "ابوبکر نے عمر کو بھیجا کہ علیؑ اور جو بھی ان کے ساتھ فاطمہؑ کے گھر میں ہوں انہیں نکال لائیں ۔ اور حکم دیا کہ اگر وہ انکار کریں تو ان سے جنگ کرو۔ یہ حکم پاتے ہی عمر تھوڑی سی آگ لے کر گھر چلانے کے لئے ان کے مکان پر آئے فاطمہؑ نے فریاد کی: اے پسر خطاب! کیا ارادہ ہے، کیا ہمارا گھر جلانے آئے ہو؟ عمر نے کہا: ہاں "۔ (تاریخ ابوالفداء ج ا ص ۱۵٦؛ عقد الفرید ج ۲ ص ۲۵۰)

ابوالفداء نے "بشئی من نار" اور ابن عبد ربہ نے العقد الفرید میں "بقبس من النار" کے الفاظ لکھے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ کی شدت کم کرنے کے لئے ان کی اپنی احتیاط ہے ورنہ ایک معمولی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ کسی مکان کو جلانے کے لئے یا کسی کو دھمکانے کے لئے "تھوڑی سی آگ" کافی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ شہرستانی اور ابوالفداء کے بیانات میں تضاد بھی ہے لیکن اسے نظر انداز کرکے ذرا جناب زہراءؑ کی گھٹی گھٹی فریاد کا تجزیہ بھی کیجئے: «الی

این...؟» اس ڈیوڑھی کی عظمت تازہ کرنے کے لئے ایک بلیغ فقرہ چیخ بن کے نکل گیا۔ پھر فرماتی ہیں: «اجئت لتحرق دارنا...؟» مظلومہؑ کی بے بسی کا یہ نقطۂ عروج ہے کہ خود ظالم سے اس کے ظلم کی شکایت کررہی ہیں۔

پھر اس ڈیوڑھی سے جس کی تعظیم کا قرآن نے حکم دیا تھا، ترجمان وحی نے مہینوں سلام کیا تھا، فرشتوں نے بصد افتخار خدمت کی تھی، اسی ڈیوڑھی سے علیؑ کو کشاں کشاں مسجد میں لایا گیا، جب علیؑ قبر رسولؐ کے پاس پہونچے: «و هو يبكي و ينادي يا بن امي ان القوم استضعفوني و كادوا ان يقتلونني» ۔ مثیل ہارونؑ نے گریۂ خونیں کے ساتھ فریاد کی: "اے میرے ماں جائے۔ اس قوم نے مجھے اس قدر کمزور کردیا کہ قریب ہے کہ قتل کردیں"۔ (الامامة والسیاسیۃ ج ۱ ص ۲۰)

مصیبت اگر آہستہ آہستہ پڑتی ہے اور تدریجاً بڑھتی ہے تو انسان میں قوت برداشت بھی بڑھتی جاتی ہے لیکن اگر اچانک کوئی عظیم مصیبت ٹوٹ پڑے تو اس کا احساس زیادہ ہوتا ہے، یہ عام نفسیات ہے کسی بلند مرتبہ انسان کو غیر متوقع چھوٹی مصیبت بھی بڑی معلوم پڑتی ہے۔ فاطمہؑ کا مرتبہ خود انہیں بلوائیوں سے پوچھئے، شہزادی کونینؑ ہیں، خدا کی طرف سے حجت ہیں، رسولؐ کی پارۂ جگر ہیں، شاید آیۂ مودت میں خدا نے حکم دیا تھا کہ بھرپور مظاہرۂ نفرت کرتے ہوئے انہیں جی بھر کے ستاؤ، آیۂ تطہیر میں حکم دیا گیا تھا کہ انہیں یوں اذیت دو جو اذیت دینے کا حق ہے، اور چونکہ ان دونوں آیتوں میں مرکزی تصور جناب فاطمہؑ ہی کی ذات ہے اس لئے انہیں کو خصوصیت سے نشانۂ مظالم بنایا گیا۔

اچانک طوفان مصائب اس بلند پیمانے پر کھڑا کیا گیا کہ عصمت کبریٰ کی صدائے فریاد گھٹ کے رہ گئی، وہ ظالموں کی شکایت کیا کرتیں، انہیں تو گریہ کرنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔

نفسي على زفراتها محبوسة
يا ليتها خرجت مع الزفرات
لا خير بعدک في الحياة و انما
ابكي مخافة ان تطول حياتي

میری جان ہچکیوں میں مقید ہے، کاش وہ ہچکیوں کے ساتھ نکل جاتی، باباجان! آپؐ کے بعد تو زندگی میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ میں اس خوف سے رو رہی ہوں کہ کہیں میری زندگی طویل نہ ہوجائے۔ (مناقب ابن شہر آشوب ج ۱ ص ۲۴۲؛ اعلام النساء ج ۱ ص ۱۲۰۵)۔

خطبہ فدک؛ منابع اور اسناد کی روشنی میں

▪ حجۃ الاسلام و المسلمین مولانا سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

مقدمہ

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ خطبہ فدک کے منابع و مآخذ کیا ہیں؟ کتنے علماء نے اس خطبہ کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے ...؟ حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم خطبہ کو بہت سے شیعہ اور سنی علماء نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، یہاں اس خطبہ کے مصادر اور اسناد و طبقات کو تین حصوں میں بیان کیا جارہا ہے تاکہ اس کی عظمت واہمیت ذہنوں میں راسخ ہوسکے :

الف۔منابع و مآخذ

یہ خطبہ اٹھارہ قدیمی منابع میں مذکور ہے جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ بلاغات النساء، تالیف: احمد بن طیور

ابو الفضل احمد بن ابی طاہر، معروف بہ ابن طیفور؛ تیسری صدی ہجری کے برجستہ علماء میں سے ہیں، ادبی اور تاریخی کتابوں کی وجہ سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ ۲۰۴ ہجری میں شہر بغداد میں پیدا ہوئے اور ۲۸۰ ہجری میں وفات پائی، جائے وفات شام ہے۔ ان سے تقریباً پچاس کتابیں منسوب ہیں، سب سے زیادہ مشہور کتاب "تاریخ بغداد " ہے، "المنثور والمنظوم " کو بھی بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ ابن طیفور نے اس کتاب کو چودہ جلدوں میں مرتب کیا تھا جس کی صرف دو جلدیں محفوظ رہیں، بقیہ جلدیں مفقود ہوچکی ہیں۔ محفوظ شدہ دو جلدوں میں سے گیارہویں جلد کے ایک حصہ کا نام " بلاغات النساء " ہے۔

" بلاغات النساء " متعدد مرتبہ شائع ہوچکی ہے، یہ عرب کی بعض برجستہ اور عالمہ خواتین کے اقوال و ارشادات پر مشتمل ہے ۔یہ کتاب ایک قدیمی ترین مآخذ ہے جس میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے خطبہ کو سلسلۂ سند کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

۲۔ مختصر بصائر الدرجات؛ تالیف: حسن بن سلیمان حلی

سعد بن عبداللہ اشعری قمی برجستہ عالم دین اور جلیل القدر شیعہ محدث گزرے ہیں، انہوں نے "بصائر الدرجات " نامی کتاب لکھی۔ اس کتاب میں شیعہ عقائد کے اثبات کے سلسلے میں بہت سی تاریخی اور اعتقادی احادیث موجود ہیں، آٹھویں صدی ہجری

تک یہ کتاب علمائے شیعہ کی دسترس میں تھی اور ان کی نظر میں کافی اہم اور موثق کتاب مانی جاتی تھی۔

حسن بن سلیمان حلی بھی آٹھویں صدی ہجری کے برجستہ شیعہ عالم تھے، انہوں نے متذکرہ کتاب کی بعض اہم احادیث کا انتخاب کیا اور احادیث کے ذیل میں بعض مطالب کا اضافہ کرکے اس کا نام " مختصر بصائر الدرجات " رکھا، انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث کے ذیل میں خطبہ فدک اور اس کے بعض فقروں کی جانب اشارہ کیا ہے۔

۳۔ السقیفہ و فدک؛ تالیف: احمد بن عبدالعزیز جوہری

احمد بن عبدالعزیز مسلک کے اعتبار سے سنی ہیں، دوسری صدی ہجری کے محدثین میں ان کا شمار ہوتا ہے، وہ بیک وقت مورخ، ادیب اور برجستہ شاعر تھے، علم حدیث میں بہت زیادہ مہارت رکھتے تھے اسی لئے اپنے عہد کے مشہور محدثین میں شمار کئے جاتے تھے۔ ان کی قلمی کاوشوں میں "السقیفہ و فدک "اور "اخبار الشعراء " نمایاں حیثیت کی حامل ہیں۔

کتاب "السقیفہ وفدک " میں تاریخ صدر اسلام کے دو اہم ترین واقعات کو موضوع بحث قرار دیا گیا ہے، یہ کتاب سر دست موجود نہیں ہے لیکن ابن ابی الحدید معتزلی نے اپنی گرانقدر کتاب " شرح نہج البلاغہ " میں اس کتاب کے بعض حصوں کو نقل کیا ہے، آج جو کتاب "السقیفہ و فدک "کے نام سے موجود ہے اس میں ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ کے مطالب کو جمع کیا گیا ہے۔ جوہری نے خطبہ فدک کو سلسلۂ سند کے ساتھ دو طریق سے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

۴۔ مقاتل الطالبین؛ تالیف: ابوالفرج اصفہانی

علی بن الحسین معروف بہ ابوالفرج اصفہانی نے خطبہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے متعلق ایک مستقل کتاب لکھی ہے لیکن حالات زمانہ نے اس کا نام و نشان مٹا دیا ہے۔

ابوالفرج ۲۸۴ ہجری میں شہر اصفہان میں پیدا ہوئے، بعض ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد تاریخ، ادب، شعر و شاعری اور حدیث وغیرہ جیسے مختلف علوم میں شہرت حاصل کی، ابو الفرج اصفہانی نے بہت سی کتابیں بطور یادگار چھوڑی ہیں جن میں "الاغانی " بہت زیادہ مشہور ہوئی۔ ان کی دوسری مشہور کتاب " مقاتل الطالبین " ہے جس میں انہوں نے عہد نبوت سے اپنے زمانہ تک کے اولاد عبد المطلب کے حالات زندگی کو قلمبند کیا ہے۔

اس کتاب میں انہوں نے خطبہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے صدور کی جانب اشارہ کرتے ہوئے حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے حالات زندگی کے ذیل میں لکھا: "العقیلۃ ھی التی روی ابن عباس عنھا کلام

فاطمة فی فدک، فقال: حدثنی عقیلتنا زینبؑ بنت علی علیہ السلام "۔

۵۔ شرح الاخبار فی فضائل الائمۃ الاطہار؛ تالیف: نعمان بن محمد

اس کتاب کے مؤلف نعمان بن محمد معروف بہ قاضی نعمان مغربی متوفی ۳۶۳ ہجری ہیں، اسماعیلی شیعہ کے علماء میں سے ہیں، اس کتاب کا موضوع اہل بیتؑ کے فضائل و مناقب سے متعلق احادیث و ارشادات کی تبیین ہے ۔ قاضی نعمان نے خطبہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے بعض حصے کو سند کے بغیر بطور مرسل عبداللہ بن سلام سے نقل کیا ہے اور عبداللہ بن سلام نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے نقل کیا ہے۔

۶۔ من لایحضرہ الفقیہ؛ تالیف: شیخ صدوق ؒ

محمد بن الحسین، معروف بہ شیخ صدوق، سن ۳۸۱ ہجری میں ان کی وفات ہوئی، عالم تشیع کے برجستہ اور بزرگ علمائے میں سے ہیں، ان کی کتاب " من لا یحضرہ الفقیہ " کتب اربعہ میں سے ایک ہے جنہیں شیعہ احادیث کی اصلی منابع و مآخذ میں شمار کیاجاتاہے۔ شیخ صدوق نے اپنی معروف کتاب میں خطبہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے بعض حصے کو حضرت زینب سلام اللہ علیہا سے نقل کرکے آخر میں لکھاہے: "والخطبۃ طویلۃ اخذنا منہا موضعَ الحاجۃ"۔

۷۔ علل الشرائع؛ تالیف: شیخ صدوقؒ

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی دوسری مشہور کتاب کا نام " علل الشرائع "ہے، اس کتاب میں انہوں نے من لایحضرہ الفقیہ میں نقل کیۓ گۓ خطبہ کے بعض حصوں کو دو مختلف اسناد کے ساتھ نقل کیاہے۔

۸۔ المناقب؛ تالیف: احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی

اس کتاب کے مؤلف کا انتقال سن ۴۱۰ ہجری میں ہوا ہے، سر دست یہ کتاب بھی مفقود ہے۔اسعد بن شقروہ متوفی ۶۳۵ ہجری نے "الفائق" نامی اپنی کتاب میں خطبہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو ابن مردویہ کی المناقب سے نقل کیاہے۔سر دست الفائق بھی موجود نہیں لیکن سید بن طاوؤس نے "الطرائف" میں خطبہ کو الفائق سے نقل کیاہے۔

۹۔ نثر الدرر؛ تالیف: منصور بن حسین رازی

منصور بن حسین رازی، ابو سعد وزیر کے نام سے مشہور ہیں، شہر ری کے رہنے والے تھے، علمائے شیعہ میں ان کا شمار ہوتاہے، یہ پانچویں صدی ہجری کے علماء اور ادباء میں سے ہیں، کافی دنوں تک مجد الدولہ رستم بن فخر الدولہ کے وزیر رہے۔ان کی تصانیف میں "نثر الدرر" کافی نمایاں ہے جو سات جلدوں پر مشتمل ہے، البتہ یہ کتاب "نثر الدر" کے نام سے شائع ہوئی اور اسی نام سے شہرت رکھتی ہے، اس کتاب میں

خطبہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا بیشتر حصہ موجود ہے۔

۱۰۔ الشافی فی الامامۃ؛ تالیف: سید مرتضیؒ

علی بن الحسین موسوی معروف بہ سید مرتضی، برجستہ علمائے شیعہ میں سے ہیں، ان کی کتاب "الشافی فی الامامۃ" موضوع امامت سے مربوط احادیث و روایات پر مشتمل ہے۔ سید مرتضیؒ نے خطبہ فدک کے بعض حصوں کو تین طریقوں سے اپنے استاد ابو عبداللہ مرزبانی سے نقل کیا ہے۔

۱۱۔ دلائل الامامۃ؛ تالیف: محمد بن جریر طبری

یہ بات پیش نظر رہے کہ ایک محمد بن جریر طبری جو انتہائی مشہور ہیں اور تفسیر و تاریخ کے موضوع پر ان کی کتابیں ہیں، اکثر اوقات نام اور کنیت میں تشابہ کی بناپر مذکورہ محمد بن جریر طبری سے اشتباہ ہو جاتا ہے حالانکہ یہ دونوں الگ الگ شخصیت کے مالک ہیں، اسی لئے دونوں میں تمیز پیدا کرنے کے لئے پہلے والے کو طبری کبیر اور دوسرے کو طبری صغیر کہا جاتا ہے۔

خطبہ فدک کا مفصل متن اسی کتاب میں مذکور ہے اور متن خطبہ کے سلسلے میں اکثر علمائے متاخر اسی کتاب سے استفادہ کرتے ہیں۔ طبری نے اس خطبہ کو نو (۹) مختلف طرق سے سلسلہ سند کے ذکر کے ساتھ نقل کیا ہے۔

۱۲۔ مقتل الحسین؛ تالیف: موفق بن احمد مکی

موفق بن احمد، خطیب خوارزمی کے نام سے مشہور ہیں، سن ۵۶۸ ہجری میں ان کا انتقال ہوا ہے، انہوں نے اپنی کتاب "مقتل الحسین" میں خطبہ کے بعض حصے کو حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے۔

۱۳۔ الاحتجاج؛ تالیف: ابو منصور طبرسی

کتاب "الاحتجاج علی اهل للجاج"؛ علماء کے درمیان "الاحتجاج" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ عربی زبان میں ایک کلامی کتاب ہے، جس کے مؤلف ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی ہیں جن کا شمار چھٹی صدی ہجری کے علماء میں ہوتا ہے۔ اس کتاب میں رسول اکرمؐ، ائمہ طاہرینؑ اور بعض بزرگان دین کے ان احتجاجات و استدلالات کو جمع کیا گیا ہے جو انہوں نے اپنے مخالفین سے کئے تھے۔ اس کتاب کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر اس کی متعدد شرحین کی گئی ہیں اور متعدد زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

علامہ طبرسی نے اس آفاقی خطبہ کو بطور کامل عبداللہ بن حسن سے نقل کیا ہے۔

۱۴۔ منال الطالب فی شرح طوال الغرائب؛ تالیف: مبارک بن محمد الجزری

مبارک بن محمد جزری، ابن اثیر کے نام سے مشہور ہیں، سن ۶۰۶ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ ابن اثیر نے متذکرہ کتاب میں شہزادی کے خطبہ کو بطور مفصل الفاظ و لغات کی تشریح و توضیح کے ہمراہ مرسل طریقہ

سے جناب زینب کبریٰ سے نقل کیاہے، جس فصل میں یہ خطبہ نقل کیاہے اس کا نام "احادیث الصحابیات "ہے۔

۱۵۔تذکرۃ الخواص من الامۃ فی ذکر مناقب الائمۃ؛ تالیف: سبط ابن الجوزی

نام ابو مظفر یوسف بن قزغلی بن عبداللہ ہے، سبط ابن جوزی حنفی کے نام سے مشہور ہیں، مذکورہ کتاب کو ائمہ اہل بیتؑ کے فضائل و مناقب کے سلسلے میں تحریر کی ہے، ابن جوزی نے خطبہ کے بعض حصے کو بطور مرسل شعبی سے نقل کیاہے، تقریباً سن ٦۵۴ ہجری میں انتقال ہواہے۔

١٦۔ شرح نہج البلاغہ؛ تالیف: ابن ابی الحدید معتزلی

اہل علم کے درمیان ابن ابی الحدید معتزلی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، انہوں نے امیر کائنات حضرت علی علیہ السلام کے نہج البلاغہ کی انتہائی مبسوط شرح کی ہے جسے علمی حلقہ میں کافی مقبولیت حاصل ہے، علماء اس سے کافی استفادہ کرتے ہیں؛ انہوں نے شرح نہج البلاغہ میں خطبہ فدک کو السقیفہ و فدک سے نقل کیاہے۔

١٧۔شرح نہج البلاغہ، تالیف: علی بن میثم بحرانی

ابن میثم بحرانی (متوفی ٦٧٩ہجری) نے خطبہ کے بعض حصے کو اپنی کتاب میں سند کے بغیر نقل کیاہے۔

١٨۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ؛ تالیف: علی بن عیسیٰ اربلی

علامہ ابو الحسن علی بن عیسیٰ بن ابو الفتح اربلی، برجستہ علمائے شیعہ میں ان کا شمار ہوتاہے؛ انہوں نے بھی اس خطبہ کو السقیفہ و فدک سے نقل کیاہے۔

ب: خطبہ کے اسناد

اس خطبہ کے ۲۵/اسناد پائے جاتے ہیں جنہیں مذکورہ بالا کتابوں میں ملاحظہ کیاجاسکتاہے؛ ان اسناد کی تفصیل مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی سند:

قال احمد بن طیفور: حدثنی جعفر بن محمد رجل من دیار مصر لقیتہ بالرافقہ، قال: حدثنی ابی، قال: اخبرنا موسیٰ بن عیسیٰ، قال اخبرنی عبداللہ بن یونس، قال: اخبرنا جعفر الاحمر، عن زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ، عن عمتہ زینب بنت الحسین قالت:...۔

دوسری سند:

قال احمد بن طیفور: ذکرت لابی الحسین زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کلام فاطمۃ ...فقال لی:... رواہ مشایخ الشیعۃ وتدارسوہ بینہم وقد حدث بہ الحسن بن علوان، عن عطیہ العوفی انہ سمع عبداللہ بن الحسن یذکرہ عن ابیہ۔

تیسری سند:

قال احمد بن طیفور: ذکرت لابی الحسین زید بن علی بن الحسین بن زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب، کلام فاطمۃ عند منع ابی بکر ایاھا فدک...فقال لی: رایت آل ابی طالب یروونہ عن آبائھم و یعلمونہ ابنائھم وقد حدثنیہ ابی، عن جدی یبلغ عن فاطمۃ ھذہ الحکایۃ۔

چوتھی سند:

قال ابن ابی الحدید: قال ابوبکر: حدثنی محمد بن زکریا، قال: حدثنی جعفر بن محمد بن عمارۃ الکندی، قال: حدثنی ابی، عن الحسین بن صالح بن حی، قال: حدثنی رجلان من بنی ھاشم، عن زینب بنت علی بن ابی طالب علیہ السلام۔

پانچویں سند:

قال ابن ابی الحدید: قال ابوبکر: و حدثنی احمد بن محمد بن یزید، عن عبداللہ بن محمد بن سلیمان عن ابیہ عن عبداللہ بن الحسن بن الحسن، قالواجمیعا:....۔

چھٹی سند:

قال ابن ابی الحدید: قال ابوبکر: و حدثنی عثمان بن عمران العجیعفی، عن نائل بن نجیح، عن عمرو بن شمر، عن جابر الجعفی، عن ابی جعفر محمد بن علی ....۔

ساتویں سند:

قال ابن ابی الحدید: قال ابوبکر: حدثنی محمد بن زکریا، قال: حدثنی جعفر بن محمد بن عمارۃ الکندی، قال: حدثنی ابی، عن الحسین بن صالح بن حی، قال: جعفر بن محمد بن علی بن الحسین، عن ابیہ ....۔

آٹھویں سند:

قال ابو جعفر الصدوق: روی عن اسماعیل بن مہران، عن احمد بن محمد بن جابر، عن زینب بنت علی علیہ السلام، قالت:....۔

نویں سند:

قال ابو جعفر الصدوق: اخبرنی علی بن حاتم، قال: حدثنا محمد بن اسلم، قال: حدثنی عبدالجلیل الباقلانی، قال: حدثنی الحسن بن موسیٰ الخشاب، حدثنی عبداللہ بن محمد العلوی، عن رجال من اھل بیتہ، عن زینب بنت علی، عن فاطمۃ ....۔

دسویں سند:

قال ابو جعفر الصدوق: اخبرنی علی بن حاتم ایضاً، قال: حدثنی محمد بن ابی عمیر، قال: حدثنی محمد بن عمارہ، قال: حدثنی محمد بن ابراہیم المصری، قال: حدثنی ھارون بن یحیٰ الناشب، قال: حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ العبسی، عن عبید اللہ بن موسیٰ العمری، عن حفص الاحمر، عن زید بن علی، عن عمتہ زینب بنت علی، عن فاطمۃ علیہا السلام....۔

گیارہویں سند:

قال السید بن طاووس: ما ذکرہ الشیخ اسعد بن سقروہ، فی الکتاب الفائق عن الاربعین، عن الشیخ

المعظم عندھم الحافظ الثقۃ بینہم، ابو بکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی، فی کتاب المناقب، قال: اخبر نا اسحاق بن عبداللہ بن ابراہیم، قال: حدثنا احمد بن عبید بن ناصح النحوی، قال: حدثنا الزیادی محمد بن زیاد، قال: حدثنا شرقی بن قطامی، عن صالح بن کیسان عن الزھری، عن عروہ، عن عائشۃ انھا قالت:...۔

بارہویں سند:

قال السید المرتضی: اخبرنا ابو عبداللہ محمد بن عمران المرزبانی، قال: حدثنی محمد بن احمد الکاتب، حدثنا احمد بن عبید بن ناصح النحوی، قال: حدثنا الزیادی محمد بن زیاد، قال: حدثنا شرقی بن قطامی، عن صالح بن کیسان عن الزھری، عن عروہ، عن عائشۃ انھا قالت:...۔

تیرہویں سند:

قال السید المرتضی: اخبرنا ابو عبداللہ محمد بن عمران المرزبانی، قال: حدثنی علی بن ھارون، قال: اخبرنی عبداللہ بن احمد بن ابی طاھر، عن ابیہ، قال: ذکرت لابی الحسین زید بن علی بن الحسین بن زید بن علی بن الحسین بن زید بن علی کلام فاطمۃ ...وقد حدث بہ الحسین بن علوان، عن عطیہ العوفی، انہ سمع عبداللہ بن الحسن یذکر عن ابیہ ھذا۔

چودہویں سند:

قال السید المرتضی: قال المرزبانی، وحدثنا ابو بکر احمد بن محمد المکلی، قال: حدثنا ابو العینا محمد بن القاسم السیمامی، قال: حدثنا ابن عائشۃ ....۔

پندرہویں سند:

قال الخطیب الخوارزمی: و بھذا الاسناد (والاسناد ھکذا: اخبرنی شھاب الاسلام ابو النجیب سعد بن عبداللہ الھمدانی، فیما کتب الی من ھمدان اخبرنی الحافظ سلیمان بن ابراھیم فیما کتب الی من اصبھان سنۃ ثمان و ثمانین و اربعماۃ) عن الحافظ ابی بکر ھذا، اخبرنا عبداللہ بن اسحاق، اخبرنا محمد بن زیاد، اخبرنا شرقی بن قطامی، عن صالح بن کیسان، عن الزھری، عن عروۃ، عن عائشۃ، انھا قالت:...۔

سولہویں سند:

قال ابو جعفر الطبری: حدثنی ابو الفضل محمد بن عبداللہ، قال: حدثنا ابو العباس احمد بن محمد بن سعید الھمدانی، قال: حدثنا احمد بن محمد بن عثمان بن سعید الھمدانی، قال: احمد بن محمد بن عثمان بن سعید الزیات، قال: حدثنا محمد بن الحسین القصبانی، قال: حدثنا احمد بن محمد بن ابی نصر البزنطی السکونی، عن ابانبن عثمان الاحمر، عن عکرمۃ عن ابن عباس، قال...۔

سترہویں سند:

قال ابو جعفر الطبری حدثنی القاضی ابو اسحاق ابراھیم بن مخلد، قال: حدثنی ام الفضل خدیجہ بنت محمد ابن احمد بن ابی الثلج، قالت: حدثنا العباس بن بکار، قال: حدثنا حرب بن میمون، عن زید بن علی، عن آبائہ، قالوا....۔

اٹھارہویں سند:

قال ابو جعفر الطبری: اخبرنی ابو الحسین محمد بن ھارون بن موسیٰ التلعکبری، قال: حدثنا ابی، قال ابو العباس احمد بن محمد بن سعید الھمدانی، قال: حدثنی محمد بن المفضل بن ابراھیم بن المفضل بن ابراھیم بن المفضل بن قیس الاشعری، قال: حدثنا علی بن حسان، عن عمہ عبدالرحمٰن بن کثیر، عن ابی عبداللہ جعفر بن محمد علیہ السلام عن ابیہ، عن جدہ علی بن الحسین عن عمتہ زینب بنت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام، قالت:....۔

انیسویں سند:

قال ابو جعفر الطبری: قال ابو العباس: حدثنا محمد بن المفضل بن ابراھیم الاشعری، قال: حدثنی ابی، قال: حدثنا احمد بن محمد بن عمرو بن عثمان الجعفی، قال: حدثنی ابی، عن جعفر بن محمد عن ابیہ، عن جدہ علی بن الحسین، عن عمتہ زینب بنت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام....۔

بیسویں سند:

قال ابو جعفر الطبری حدثنی القاضی ابو اسحاق ابراھیم بن مخلد بن جعفر بن مخلد بن سھل بن حمران الدقاق، قال: حدثتنی ام الفضل خدیجہ بنت محمد بن احمد بن ابی الثلج، قالت: حدثنا ابو عبداللہ محمد بن احمد الصفوانی، قال: حدثنا ابو احمد عبدالعزیز بن یحییٰ الجلودی البصری، قال: حدثنا محمد بن زکریا، قال: حدثنا جعفر (بن محمد) بن عمارہ کندی، قال: حدثنی ابی، عن الحسن بن صالح بن حی قال: و مارات عینای مثلہ حدثنی رجلان من بنی ھاشم، عن زینب بنت علی علیہا السلام، قالت....۔

اکیسویں سند:

قال ابو جعفر الطبری: حدثنی ابو اسحاق ابراھیم بن مخلد، قال: حدثنی ام الفضل خدیجہ بنت محمد، قالت: قال الصفوانی: حدثنی محمد بن محمد بن یزید مولی بنی ھاشم، قال: حدثنی عبداللہ بن محمد بن سلیمان، عن عبداللہ بن الحسن بن الحسن، عن جماعۃ من اھل....۔

بائیسویں سند:

قال ابو جعفر الطبری: حدثنی ابو اسحاق ابراھیم بن مخلد، قال: حدثنی ام الفضل خدیجۃ بنت محمد قالت: قال الصفوانی: حدثنی ابی، عن عثمان قال: حدثنا نائل بن نجیح، عن عمرو بن شمر، عن جابر الجعفی، عن ابی جعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام....۔

تئیسویں سند:

قال ابو جعفر الطبری: حدثنی القاضی ابو اسحاق ابراهیم بن مخلد بن جعفر بن حمران الدقاق، قال: حدثتنی ام الفضل خدیجه بنت محمد بن احمد بن ابی الثلج، قالت: حدثنا ابوعبدالله محمد بن احمد الصفوانی، قال: حدثنا ابن عائشة ....۔

چوبیسویں سند:

قال ابو جعفر الطبری: حدثنی القاضی ابو اسحاق ابراهیم بن مخلد بن جعفر بن سهل بن حمران الدقاق، قال: حدثتنی خدیجة بنت محمد بن احمد بن ابی الثلج، قالت: حدثنا ابو عبدالله محمد بن احمد الصفوانی، قال: حدثنا عبدالله بن الضحاک، قال: حدثنا هشام بن محمد، عن ابیه ....۔

پچیسویں سند:

قال ابو جعفر الطبری: حدثنی القاضی ابو اسحاق ابراهیم بن مخلد بن جعفر بن حمران الدقاق، قال: حدثتنی ام الفضل خدیجه بنت محمد بن احمد بن ابی الثلج، قالت: حدثنا ابوعبدالله محمد بن احمد الصفوانی، قال: حدثنا عبدالله بن الضحاک، قال: حدثنا هشام بن محمد، عن عوان....۔

ج: رواۃ خطبہ فدک کے طبقات

قابل غور بات یہ ہے کہ ۹۲/ راویوں نے پچیس مختلف طرق سے اس خطبہ کو نقل کیاہے جن کی مندرجہ ذیل اعتبار سے طبقہ بندی کی جاسکتی ہے:

پہلا طبقہ:

۱۔ حسین بن علی بن ابی طالب (متوفی ۶۰ہجری)

۲۔ زینب بن علی بن ابی طالب (متوفی ۶۲ہجری)

۳۔ عبداللہ بن عباس (متوفی ۶۸ہجری)

۴۔ عائشہ بنت ابی بکر (متوفی ۵۸ہجری)

دوسرا طبقہ:

۱۔ امام سجاد علیہ السلام (متوفی ۹۵ہجری)

۲۔ حسن بن حسن بن علی (متوفی ۹۷ہجری)؛ امام حسن مجتبی علیہ السلام کے فرزندوں میں سے ہیں۔

۳۔ زینب بنت الحسین؛ حسن بن حسن کی زوجہ؛

۴۔ عکرمہ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عباس (متوفی ۱۰۴ہجری)

۵۔ عروہ بن زبیر بن عوام (متوفی ۹۳ہجری)

تیسرا طبقہ:

۱۔ امام محمد باقر علیہ السلام (متوفی ۱۱۴ہجری)

۲۔ جابر بن یزید جعفی (متوفی ۱۲۸ہجری) امام باقر اور امام صادق علیہما السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔

۳۔ زید بن علی بن حسین، معروف بہ زید شہید (متوفی ۱۲۱ہجری)

۴۔ عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی، معروف بہ عطیہ عوفی (متوفی ۱۱۱ہجری)

۵۔ عبدالرحمٰن بن کثیر ہاشمی (متوفی ۱۲۰ہجری)

۶۔ محمد بن مسلم بن عبید اللہ، معروف بہ زہری (متوفی ۱۲۴ہجری)

۷۔ صالح بن کیسان (متوفی ۱۴۰ہجری)

چوتھا طبقہ:

۱۔ امام صادق علیہ السلام (متوفی ۱۴۸ہجری)

۲۔ عبداللہ بن حسن بن حسن (متوفی ۱۴۵ہجری)

۳۔ ابان بن تغلب (متوفی ۱۴۱ہجری)

۴۔ عبداللہ بن محمد علوی (متوفی ۱۴۵ہجری)

۵۔ محمد بن سائب کلبی (متوفی ۱۴۶ہجری)

۶۔ الشرقی بن قطامی (متوفی ۱۵۸ہجری)

۷۔ محمد بن اسحاق بن یسار، صاحب المغازی (متوفی ۱۵۱ہجری)

۸۔ عوانہ بن الحکم بن عیاض، ابو الحکم (متوفی ۱۵۸ہجری)

۹۔ عمرو بن شمر بن یزید الجعفی (۱۶۰ ہجری میں زندہ تھے)

۱۰۔ حرب بن میمون انصاری، ابو خطاب بصری (متوفی ۱۶۰ہجری)

۱۱۔ حسن بن صالح بن حی (متوفی ۱۶۸ہجری)

پانچواں طبقہ:

۱۔ ابان بن عثمان الاحمر (متوفی ۱۸۲ہجری)

۲۔ حسین بن زید بن علی (متوفی ۱۹۰ہجری)

۳۔ جعفر بن زیاد الاحمر (متوفی ۱۷۵ہجری)

۴۔ عبید اللہ بن موسیٰ عمری (متوفی ۱۷۵ہجری)

۵۔ موسیٰ بن عیسیٰ العباس ہاشمی (متوفی ۱۸۳ہجری)

۶۔ حسین بن علوان الکبی (متوفی ۲ہجری)

۷۔ علی بن حسان بن کثیر ہاشمی؛

۸۔ محمد بن عمرو بن عثمان الجعفی (متوفی ۲ہجری)

۹۔ عبداللہ بن یونس؛

۱۰۔ نائل بن نجیح، ابو سہل بصری؛

چھٹا طبقہ:

۱۔ احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی (متوفی ۲۲۱ہجری)

۲۔ محمد بن ابی عمیر (متوفی ۲۱۷ہجری)

۳۔ اسماعیل بن مہران (متوفی ۲۲۰ہجری)

۴۔ محمد بن عمارہ؛

۵۔ عباس بن بکار ضبی (متوفی ۲۲۲ہجری)

۶۔ عبید اللہ بن محمد، معروف بہ ابن عائشہ (متوفی ۲۲۸ہجری)

۷۔ عبید اللہ بن موسیٰ عبسی (متوفی ۲۲۱ہجری)

۸۔ عبداللہ بن ضحاک (متوفی ۲۰۶ہجری)

۹۔ محمد بن حسین قصبانی (متوفی ۲۲۱ہجری)

۱۰۔ محمد بن زیاد زیادی (تیسری صدی ہجری)

۱۱۔ محمد بن سلیمان؛

۱۲۔ ہشام بن محمد (متوفی ۲۰۶ہجری)

ساتواں طبقہ :

۱۔ حسن بن موسیٰ خشاب (متوفی ۲۶۰ہجری)

۲۔ محمد بن خالد برقی ؛

۳۔ یحییٰ بن حسین بن زید (متوفی ۲۳۷ہجری)

۴۔ محمد بن اسلم (متوفی ۲۷۰ہجری)

۵۔ زید بن علی بن حسین بن زید (متوفی ۲۷۰ہجری)

۶۔ جعفر بن محمد بن عمارہ؛

۷۔ عبدالجلیل باقلانی؛

۸۔ جعفر بن محمد (متوفی ۲۵۰ہجری)

۹۔ مفضل بن ابراہیم اشعری؛

۱۰۔ عثمان بن عمران عجیفی؛

آٹھواں طبقہ :

۱۔ احمد بن ابی عبداللہ برقی (متوفی ۲۷۴ہجری)

۲۔ احمد بن عبید بن ناصح نحوی (متوفی ۲۷۳ہجری)

۳۔ محمد بن مفضل بن ابراہیم اشعری؛

۴۔ محمد بن زکریا بصری (متوفی ۲۹۸ہجری)

۵۔ احمد بن ابی طاہر، معروف بن ابن طیفور (متوفی ۲۸۰ہجری)

۶۔ عبداللہ بن محمد بن سلیمان؛

۷۔ محمد بن قاسم سیمامی (متوفی ۲۸۲ہجری)

۸۔ سلیمان بن ابراہیم (متوفی ۲۸۸ہجری)

۹۔ احمد بن محمد بن عثمان بن سعید الزیات؛

نواں طبقہ :

۱۔ علی بن حسین سعدآبادی؛

۲۔ محمد بن احمد بن محمد کاتب (متوفی ۳۲۲ہجری)

۳۔ محمد بن موسیٰ بن متوکل (۳۱۰ہجری میں زندہ تھے)

۴۔ احمد بن عبدالعزیز جوہری (متوفی ۳۲۳ہجری)

۵۔ احمد بن محمد مکی (متوفی ۳۲۲ہجری)

۶۔ احمد بن محمد بن یزید، مولی بنی ہاشم (متوفی ۳۰۷ہجری)

۷۔ احمد بن عبداللہ بن قضاعہ صفوانی (چوتھی صدی ہجری)

دسواں طبقہ :

۱۔ عبدالعزیز بن یحییٰ جلودی (متوفی ۳۳۲ہجری)

۲۔ احمد بن محمد بن سعید ہمدانی، معروف بہ ابن عقدہ (متوفی ۳۳۲ہجری)

۳۔ عبداللہ بن اسحاق (متوفی ۳۴۹ہجری)

۴۔ محمد بن احمد صفوانی (متوفی ۳۵۲ہجری)

۵۔ علی بن الحسین، معروف بہ ابو الفرج اصفہانی (متوفی ۳۵۶ہجری)

۶۔ علی بن ہارون بن علی بن یحییٰ (متوفی ۳۵۲ہجری)

۷۔ علی بن ابی سہل، حاتم بن ابی حاتم قزوینی (متوفی ۳۰۵ہجری)

۸۔ عبداللہ بن احمد بن طیفور (متوفی ۳۵۲ہجری)

گیارہواں طبقہ:

۱۔ علی بن الحسین معروف بہ شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ہجری)

۲۔ ہارون بن موسیٰ بن احمد بن ابراہیم بن سعید، ابو محمد شیبانی (متوفی ۳۸۵ہجری)

۳۔ محمد بن عمران بن موسیٰ، معروف بہ کاتب بغدادی (متوفی ۳۸۴ہجری)

۴۔ محمد بن ہارون بن موسیٰ بن احمد (متوفی ۳۸۵ہجری)

۵۔ محمد بن عبداللہ شیبانی (متوفی ۳۸۷ہجری)

۶۔ خدیجہ بنت محمد بن احمد بن ابی الثلج (ام الفضل)

یہ تھی خطبہ فدک کے منابع وماخذ، اسناد و مدارک اور طبقات رواۃ کی اجمالی فہرست؛ ایک مصنف مزاج جب اس خطبہ کے متعدد طرق اور کثرت سند کو ملاحظہ کرے گا تو اسے یہ یقین کرنا پڑے گا کہ یہ خطبہ سند کے اعتبار سے متواتر ہے اور اس کے اعتبار میں ذرا بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

قرآن کی نظر میں خاندان کی اہمیت

▪ ڈاکٹر سید باقر ایلیا رضوی، معلم جامعۃ المصطفیؐ العالمیہ قم ایران۔

مقدمہ

قرآن انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے ایک مکمل اور بہترین ضابطہ حیات ہے؛ اس تحریر میں "قرآن کی نگاہ میں خاندان کی اہمیت " کے موضوع پر چند مطالب ملاحظہ ہوں:

۱۔خاندان کا آرام و سکون:

آرام اور سکون ایک ایسی نعمت ہے کہ جو خداوند متعال مختلف راستوں سے انسان کو عطا کرتا ہے، خاندان کی تشکیل اور شادی کرنا ان سے میں ایک راستہ ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ: وہی خدا ہے جس نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے اور پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے سکون حاصل ہو (اعراف، آیت ۱۸۹)۔

یہ آیت اس بات کو بیان کر رہی ہے کہ خدا نے انسان پر احسان کیا ہے کہ تمام انسانوں کی نسل ایک ہی انسان (حضرت آدمؑ) سے چلی ہے اور سب کا شجرہ نسب ان تک پہنچتا ہے، اور خداوند متعال نے ہر انسان کے لئے انسانوں میں سے ہی اس کا جوڑا مقرر کیا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کے مونس اور ہمدم و یاور رہیں، اور ان دو (شوہر اور زوجہ) سے ایک خاندان کی تشکیل ہو اور انسان کی نسل آگے بڑھے اور نسل انسانی کو بقا اور دوام حاصل رہے۔

ایک دوسری آیت میں خدا فرماتا ہے کہ: اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارا جوڑا تمہیں میں سے پیدا کیا ہے تاکہ تمہیں اس سے سکون حاصل ہو۔ (روم، آیت ۲۱)۔

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ بیویاں ان خصوصیات کے ساتھ جو کہ بیان کی گئی ہیں؛ انسان کے لیے سکون اور اطمینان کا سبب بنتی ہیں، اور جس بیوی سے انسان کو حقیقی سکون میسر ہو وہ واقعی اللہ تعالی کی عظیم اور بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔

۲۔خاندان میں مودت اور معاشرت:

قرآن کریم میں گھر اور خاندان کے ماحول میں بچوں سے مودت، اچھی معاشرت اور اولاد کے ساتھ قرب اور عاطفی رابطے پر بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے،

قرآن میں جہاں والدین کے گھر میں داخل ہونے کے بارے میں انکے مقام اور مرتبے کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے خصوصی آداب کی بات کی گئی ہے وہاں یہ بات ذکر ہوئی ہے کہ: ایمان والو تمہارے غلام، کنیز اور وہ بچے جو ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچے ہیں ان سب کو چاہئے کہ تمہارے پاس داخل ہونے کے لئے تین اوقات میں اجازت لیں نماز صبح سے پہلے، اور دوپہر کے وقت جب تم چھوٹے لباس پہن کر آرام کرتے ہو اور نماز عشاء کے بعد یہ تین اوقات خلوت کے ہیں (خصوصی ہیں)۔اس کے بعد تمہارے لئے یا ان کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ ایک دوسرے کے پاس چکر لگاتے رہیں۔ (نور، آیت ۵۸)۔

خداوند متعال نے اس آیت میں ایک ایسے حکم کو بیان کیا ہے جو کہ معاشرے کی عمومی عفت اور پاکدامنی سے مربوط ہے، یہ مسئلہ بالغ اور نابالغ افراد کا والدین کے خصوصی کمروں (بیڈرومز) میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ انسان اگر اجازت کے بغیر والدین کے کمرے میں جائے تو وہ ایسی حالت میں ہوں کہ جو بچوں کے دیکھنے کے لیے مناسب نہ ہو، اور آیت کے آخر میں جو یہ حکم دیا جارہا ہے کہ "ان تین اوقات کے علاوہ تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ بغیر اجازت کے داخل ہو اور ایک دوسرے کی خدمت کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ مل جلکر بات چیت اور ہنسی مذاق کے ساتھ رہیں اور ایک دوسرے کے پاس کھلے دل سے آتے جاتے رہیں اور ایک دوسرے کی خدمت کریں "۔ یہ آیت معاشرت اور اجتماعی تعاون اور خاندان کے افراد کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات کی اہمیت کو بیان کر رہی ہے۔

۳۔خاندان کے حقوق:

خداوند متعال نے قرآن کریم میں انسان کے انفرادی اور اجتماعی حقوق کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے، اسی طرح خداوند متعال نے خاندان کے حقوق کو بھی بہت ساری آیت میں بیان اور انکا ذکر کیا ہے، جیسے سورہ مبارکہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۹ میں شوہر اور زوجہ کے طلاق رجعی کی صورت میں حقوق کو بیان کیا ہے: طلاق (رجعی) دو مرتبہ دی جائے گی، اس کے بعد یا نیکی کے ساتھ روک لیا جائے گا یا حسن سلوک کے ساتھ آزاد کر دیا جائے گا اور تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ جو کچھ انہیں دے دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لو مگر یہ کہ اندیشہ ہو کہ دونوں حدود الٰہی کو قائم نہ رکھ سکیں گے، تو جب تمہیں یہ خوف پیدا ہو جائے کہ وہ دونوں حدود الٰہی کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو دونوں کے لئے آزادی ہے، اس فدیہ

کے بارے میں جو عورت مرد کو دے، لیکن یہ حدود الٰہیہ ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا اور جو حدود الہی سے تجاوز کرے گا وہ ظالمین میں شمار ہوگا۔ (بقرہ، آیت ۲۲۹)۔

عدت اور رجوع کا قانون خاندان کی اصلاح اور بھلائی کے کے ساتھ ساتھ میاں بیوی میں افتراق اور جدائی سے بچنے کے لیے تھا، لیکن ابتدائے اسلام کے وقت کچھ نومسلم افراد نے جاہلیت کے زمانے کے مطابق اس قانون سے سوء استفادہ کرنا شروع کردیا تھا، لہٰذا مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی تاکہ اس برے اور قبیح عمل سے روکا جائے، لہٰذا اس آیت میں رجوع کے احکام کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کردیا گیا، خداوند متعال نے اس آیت کے آخر میں تمام احکام کی طرف جو اس آیت میں بیان ہوئے ہیں انکی جانب اشارہ کیا ہے اور فرماتا ہے کہ: حدود الہی کی رعایت نہ کرنا یہ خاندان کے حقوق سے مربوط ہے اور اسی طرح مباشرت کی حدود کا خیال نہ رکھنا بھی ایک ظلم ہے اور حدود الہی کو پامال کرنے والے کا شمار ظالموں میں کیا جائے گا۔

۴۔خاندان میں مشاورت:

اسلام نے مشاورت اور مشورے کے موضوع کو ایک خاص اہمیت سے دیکھا ہے؛ پیامبر اکرمؐ باجود اسکے کہ وحی آسمانی سے متصل تھے اور ان کو کسی انسان سے مشورے کی ضرورت نہیں تھی لیکن صرف اس وجہ سے کہ مسلمان مشورے کی اہمیت اور افادیت سے آشنا ہو جائیں؛ پیامبرؐ عمومی کاموں میں جو قوانین الہی کے اجراء سے متعلق تھے ان میں باقاعدہ مسلمانوں سے مشورہ کرتے تھے اور جو لوگ صاحب نظر ہوتے یا اچھے مشورے دیتے تھے پیامبرؐ ان کے مشوروں کو اہمیت دیتے اور ان پر عمل کیا کرتے تھے۔

مشورے کا ایک اہم ترین فائدہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنے اہم امور اور کاموں کو ایک دوسرے کی مشاورت سے انجام دیتے ہیں وہ لغزش اور خطا سے بچ جاتے ہیں، قرآن نے بھی مشورہ اور مشاورت کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کام کو پسندیدہ قرار دیا ہے، اور پیامبر اکرمؐ سے خطاب میں ارشاد فرمایا کہ: "وَشاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ" اور اپنے کاموں میں ان سے [اصحاب اور مسلمانوں] مشورہ کرو (آل عمران، آیت ۱۵۹)۔ اسی طرح بچے کے دودھ چھڑانے کے معاملے میں بھی ماں باپ کو آپس میں مشورے کا حکم دیا گیا ہے: اور مائیں اپنی اولاد کو دو برس کامل دودھ پلائیں گی... پھر اگر دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (بقرہ، آیت ۲۳۳) اس جگہ بچے کا دودھ چھڑانے کے مسئلہ کا

ذکر ہوا ہے لیکن اس کا اختیار ماں اور باپ دونوں کو دیا گیا ہے۔ یعنی حقیقت میں ماں باپ کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچے کی صحت اور زندگی کی مصلحتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے فکر کریں اور دونوں ملکر کسی نتیجے پر پہنچیں، جسے قرآن کی اصطلاح میں تراضی اور تشاور (رضا اور مشورت) سے تعبیر کیا گیا ہے، لہٰذا ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ ماں کا دودھ بچے سے چھڑانے کے لیے ایک شیڈول بنائیں اور اس سلسلے میں ایک دوسرے سے نزاع اور جھگڑے اور ایسے کاموں سے جن سے بچے کی زندگی یا اس کی صحت پر برے اثرات مرتب ہوں اجتناب کریں۔

۵۔خاندان سے لگاؤ اور تعلق:

انسان کو اپنے خاندان کے افرداد سے خصوصی لگاؤ ہوتا ہے، لیکن یہ لگاؤ اتنا شدید نہیں ہونا چاہیے کہ جو خداوند متعال کی ناراضگی اور مذمت کا سبب بنے، کیونکہ خداوند متعال نے خاندان سے اتنا لگاؤ جس سے خدا، پیامبرؐ اور جہاد کی محبت، پس پشت چلی جائے اس کی مذمت کی گئی ہے؛ چنانچہ ارشاد خداوند ہو رہا ہے: پیغمبرؐ آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ دادا، اولاد، برادران، ازدواج، عشیرہ و قبیلہ اور وہ اموال جنہیں تم نے جمع کیا ہے اور وہ تجارت جس کے خسارے کی طرف سے فکر مند رہتے ہو اور وہ مکانات جنہیں پسند کرتے ہو تمہاری نگاہ میں اللہ، اسکے رسول اور راہ خدا میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو وقت کا انتظار کرو یہاں تک کہ امر الٰہی آجائے اور اللہ فاسق قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے (توبہ، آیت ۲۴)۔

یہ آیت حقیقی ایمان کی نشانیاں بیان کر رہی ہے اور ساتھ ہی اصل ایمان کا شرک اور نفاق سے آلودہ ایمان سے تفاوت اور فرق بھی بیان کیا گیا ہے، اس آیت میں حقیقی مؤمنین اور ضعیف الایمان افراد کی حدود کو بھی مشخص کر دیا گیا ہے، لہٰذا اس آیت میں بڑی صراحت کے ساتھ یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ اگر مادی سرمایہ کی وہ آٹھ چیزیں جنکو اوپر بیان کیا گیا ہے انسان کی نظر میں خدا، رسول، جہاد اور اس کی اطاعت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہوں اور انسان ان چیزوں سے اتنی محبت رکھتا ہو کہ انکو خدا کی راہ میں فدا اور قربان کرنے سے پس و پیش کر رہا ہو تو معلوم ہو جائے گا کہ اس شخص میں حقیقی ایمان ابھی پیدا نہیں ہوا ہے۔

۶۔خاندان میں اختلاف اور نزاع:

انسانی معاشروں میں کم و بیش تمام جگہوں پر اختلاف نظر آتا ہے، گھر اور خاندان بھی اس سے مستثنی نہیں ہیں، اور بعض وجوہات کی وجہ سے خاندان کے افراد میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن قرآن ان مسائل سے غافل نہیں ہے چنانچہ قرآن میں

گھریلو اختلاف کی صورت میں رشتے داروں کے کچھ وظائف بیان کیئے گئے ہیں تاکہ وہ ان وظائف کی روشنی میں ان اختلافات کو ختم کروائیں خداوند متعال سورہ مبارکہ نساء کی آیت نمبر ۳۴ اور ۳۵ میں اس بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے: اور جن عورتوں کی نافرمانی کا خطرہ ہے انہیں موعظہ کرو... اور اگر دونوں کے درمیان اختلاف کا اندیشہ ہے تو ایک حکم (قاضی اور جج) مرد کی طرف سے اور ایک عورت والوں میں سے بھیجو، پھر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو خدا ان کے درمیان ہم آہنگی پیدا کر دے گا بیشک اللہ علیم بھی ہے اور خبیر بھی۔

اس آیت میں مرد اور عورت (زوجہ اور شوہر) کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، یعنی اگر میاں بیوی کے درمیان اختلاف اور جدائی کی علامات ظاہر ہوں تو ان مسائل کے ازالے اور اختلاف کے حل کے لیے اور زوجین میں صلح کی زمین ہموار کرنے کے لیے ایک جج مرد کے رشتے داروں میں سے اور ایک قاضی اور جج عورت کے رشتے داروں میں سے مقرر کیا جائے تاکہ وہ ان کے درمیان ہونے والے اختلاف اور جھگڑے کو مل بیٹھ کر آپس کی رضامندی سے ختم کریں۔

خاندان میں اختلاف کے بعض عوامل اور اسباب:

قرآن نے خاندان میں اختلاف پیدا کرنے والے چند عوامل کا ذکر کیا ہے، سورہ مبارکہ نساء کی آیت نمبر ۱۲۸ میں تین عوامل کا ذکر کیا گیا ہے، جیسے شوہر کا بیوی سے دوری اختیار کرنا، میاں بیوی کا بخل اور شوہر کی نافرمانی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: اور اگر کوئی عورت شوہر سے حقوق ادا نہ کرنے یا اس کی کنارہ کشی سے طلاق کا خطرہ محسوس کرے تو دونوں کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ کسی طرح آپس میں صلح کرلیں کہ صلح میں بہتری ہے اور بخل تو ہر نفس کے ساتھ حاضر رہتا ہے اور اگر تم اچھا برتاؤ کروگے اور زیادتی سے بچوگے تو خدا تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

عورت اور مرد کے نشوز سے مراد طغیان اور سرکشی ہے، قرآن اس آیت میں مرد کی عورت سے روگردانی کی طرف اشارہ کر رہا ہے، مرد کا نشوز یعنی زوجہ سے اعراض کرنا اور بخل اور کنجوسی کرنا بہت سے اختلافات کا موجب بنتا ہے؛ چنانچہ ارشاد ہے جب بھی مرد اور عورت اس حقیقت کی جانب توجہ کریں گے کہ بہت سارے مسائل کا سرچشمہ بخل ہے تو اگر وہ اپنی اصلاح کے لیے کوشش کریں اور درگزر کا مظاہرہ کریں تو نہ فقط یہ کہ بہت سارے خاندانی اختلافات ختم ہو جائیں گے بلکہ بہت ساری دوسری اجتماعی مشکلات اور جھگڑے بھی اختتام پذیر ہونگے۔

نشوز یعنی اعراض اور نافرمانی صرف مردوں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ قرآن کی نگاہ میں عورت کی نافرمانی اور سرکشی بھی خاندان اور گھر میں اختلاف کا سبب بنتی ہے لہٰذا قرآن میں ارشاد خداوندی ہے کہ: اور جن عورتوں کی نافرمانی کا خطرہ ہے انہیں موعظہ کروانہیں خواب گاہ میں الگ کردو اور تنبیہ کرو (نساء، آیت ۳۴)۔

قرآن نے سحر اور جادو سے استفادے کو بھی گھر کے اندر اختلاف اور جدائی کے عوامل میں شمار کیا ہے چنانچہ سورہ مبارکہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۲ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: اور کافر یہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے... لیکن وہ لوگ ان سے وہ باتیں سیکھتے تھے جس سے میاں بیوی کے درمیان جھگڑا کرادیں...

قرآن نے گھر اور خاندان کے ماحول کے متعلق مسئلہ "خاندان میں دشمنی" سورہ تغابن کی آیت نمبر ۱۴ میں، اور "اپنے اور خاندان کے نقصان اور خسارے" کے بارے میں سورہ زمر کی آیت نمبر ۱۵ میں اور سورہ شوری کی آیت نمبر ۱۵ میں بھی ان مسائل کا ذکر کیا ہے۔

دعائے حضرت فاطمہ زہراؑ

حضرت امام زین العابدینؑ، اپنے بابا کے واسطے سے حضرت فاطمہ زہراؑ کی دعا بیان فرماتے ہیں کہ: جناب جبرئیلؑ، رسول اللہؐ کے لئے یہ دعا لائے تھے کہ "جب غم وحزن نے ہر طرف سے گھیر رکھا ہو، مسائل ومشکلات سے تمام راہیں بند ہوچکی ہوں تو اس دعا کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوتی ہے اور انسان کو ہر قسم کی مشکل سے نجات مل جاتی ہے۔ وہ دعا یہ ہے: «بِحَقِّ يس وَ الْقُرآنِ الْكَرِيمِ وَ بِحَقِّ طه وَ الْقُرآنِ الْعَظِيمِ يا مَنْ يَقْدِرُ عَلَى حَوائِجِ السّائِلِينَ يا مَنْ يَعْلَمُ ما فِى الضَّمِيرِ يا مُنَفِّسَ عَنِ الْمَكْرُوبِينَ يا مُفَرِّجَ عَنِ الْمَغْمُومِينَ يا راحِمَ الشَّيْخِ الْكَبِيرِ يا رازِقَ الطِّفْلِ الصَّغِيرِ، يا مَنْ لا يَحْتاجُ اِلَى التَّفْسِيرِ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ افْعَلْ بِى كَذا وَ كَذا...»؛ خدایا! یس وقرآن کریم وطہ وقرآن عظیم کے حق کا واسطہ! اے وہ ذات! جو سائلین کی حاجات کو پورا کرنے پر قادر ہے۔ اے وہ ذات! جسے انسان کے اعماق روح کا علم ہے۔ اے خدایا۔! اے وہ ذات جو مصائب زدہ لوگوں کے مصائب کو دور کرنے والا ہے۔ اے وہ ذات! جو غم زدہ لوگوں کے غم کو دور کرنے والا ہے۔ اے بوڑھے پر رحم کرنے والے! اے چھوٹے بچوں کو روزی عطا کرنے والے! اے وہ ذات جس کو تفسیر وتوضیح کی ضرورت نہیں ہوتی تو محمد وآل محمدؐ پر درود وسلام بھیج اور میری حاجت کو پورا فرما..."۔ (بحار الانوار، ج ۹۲ ص ۱۹۶)۔

جناب فاطمہ زہراؑ کی ۲۰ قرآنی خصوصیات

■ مولانا سید تعلیم رضا جعفری۔ طالبعلم جامعۃ المصطفیؐ العالمیہ۔ قم ایران

مقدمہ

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے جو نہایت متقن اور صداقت کا حامل ہے اور بلا شک و شبہ بہت سے ان حقائق کو بیان کرتا ہے جن تک انسانی ذہن کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ زہراءؑ ایک بے مثال حقیقت ہیں جن کو صرف قرآن کریم اور معصومینؑ کے کلام کے سایے میں ہی کچھ حد تک سمجھا جاسکتا ہے۔ اسی مقصد کے تحت اس مختصر تحریر میں قرآن مجید کی کچھ آیات کا جائزہ پیش کیا جارہا جو حضرت فاطمہ زہراؑ کی ذات و شخصیت سے مرتبط ہیں:

۱۔ فاطمہؑ کا گھر، ہدایت الٰہی کا مرکز

قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کو آسمانوں اور زمین کا نور قرار دیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ وہ جسے چاہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے (سورہ نور، آیت ۳۵)۔ اس کے بعد فرمایا: «(اللہ کا یہ نور) ایسے گھروں میں ہے جن (کی قدر و منزلت) کے بلند کئے جانے اور جن میں اللہ کے نام کا ذکر کئے جانے کا حکم اللہ نے دیا ہے، ان گھروں میں صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں (اللہ کے اس نور کے حامل) وہی مردانِ (خدا) ہیں جنہیں تجارت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی ہے اور نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوۃ ادا کرنے سے وہ (ہمہ وقت) اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ دی جائیں گی۔ (سورہ نور، آیت ۳۶-۳۷)۔ رسول اللہؐ جب ان آیات کے بارے میں پوچھا گیا کہ یہ گھر کون سے ہیں؟ تو فرمایا: "یہ انبیاء کے گھر ہیں"۔ ابوبکر نے کھڑے ہو کر پوچھا: "یا رسول اللہ! کیا فاطمہؑ اور علیؑ کا گھر بھی اس آیت میں شامل ہے؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "نَعَمْ مِنْ أَفْضَلِهَا"؛ "ہاں، یہ گھر تو اس سلسلے کی بہترین مثال ہے"۔ (الکشف والبیان، ثعلبی، چ ۱، ج ۷، ص ۱۰۷؛ بحارالانوار مجلسی، ۲۳، ص ۲۶۲)۔ معلوم ہوا ہے قرآن کی روشنی میں حضرت فاطمہ زہراؑ کا گھر وہ ہے جہاں سے انسان کو نور و ہدایت الٰہی کی معرفت و شناخت حاصل ہو سکتی ہے۔

۲۔مشکلات الٰھی (چراغدان نور الٰھی)

قرآن مجید میں اللہ کے نور کی وضاحت کے لیے ایک مثال پیش کی گئی ہے: «اللّٰهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ...» "...اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے؛ اس کے نور کی مثال اس طاق کی ہے جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشہ کی قندیل میں ہو..."۔ (سورہ نور، آیت ۳۵)۔

آیت میں اللہ کے نور کی مثال ایک چراغدان سے دی ہے جس میں چراغ رکھا ہوا ہو اور وہ چراغ شیشہ کی ایک قندیل میں ہو۔ اس آیت کے بارے میں راوی کہتا ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے پوچھا کہ اس سے کون مراد ہے تو فرمایا: "وہ چراغدان فاطمہؑ ہیں اور چراغ حضرت امام حسنؑ اور وہ فانوس (قندیل) حضرت امام حسینؑ ہیں (مناقب الامام علیؑ ابن ابی طالبؑ، ابن مغازلی، ج ۳، ۳۶۱) آیت اور روایت کا یہ بیان حقیقت میں حضرت فاطمہ زہراؑ اور آپؑ کے فرزندوںؑ کے اعلیٰ اور بلند مقام کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

۳۔چمکتا ھوا ستارہ

مذکورہ آیت میں مزید ارشاد ہوتا ہے کہ: «...كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ ...» "... اور قندیل ایک جگمگاتے ستارے کے مانند ہو جو زیتون کے بابرکت درخت سے روشن کیا جائے"۔ امام صادقؑ کے ارشاد کے مطابق یہاں "کوکب درّی یعنی چمکتے ہوئے ستارے" سے مراد حضرت فاطمہ زہراؑ کی ذات ہے اس لئے کہ "كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ بَيْنَ نِسَاءِ أَهْلِ الدُّنْيَا وَ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّهْ "اس لئے کہ آپؑ دنیا اور جنت کی تمام عورتوں میں سے ایک چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہیں"۔ (بحارالانوار مجلسی، ج ۲۳، ص ۳۰۴؛ مناقب الامام علیؑ ابن ابی طالبؑ، ابن مغازلی، ج ۳، ص ۳۶۱-۳۶۳)۔

۴۔فاطمہؑ؛ انسان کے لئے بزرگ امتحان الٰھی

قرآن مجید کے سورہ مدثر کی آیت ۳۵ -۳۶ میں ارشاد ہوتا ہے کہ: «إِنَّها لَإِحْدَى الْكُبَرِ - نَذِيراً لِلْبَشَرِ»؛ "بیشک قیامت کے ہولناک حادثے بہت سخت ہیں جو انسانوں کے لئے ڈرانے والے ہیں"۔ اس آیت کے ذیل میں بیان ہوا ہے کہ قیامت کے دن

انسانوں کا عظیم امتحان ہوگا جس کے مختلف موضوع ہونگے ان میں سے ایک مسئلہ و موضوع "حضرت فاطمہ زہراؑ" ہونگی؛ جیسا کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا: «إِنَّها لَإِحْدَى الْكُبَرِ نَذِيراً لِلْبَشَرِ قَالَ يَعْنِي فَاطِمَةَ ؑ»؛ اس آیت میں اہم مسئلہ جو تمام انسانوں کے لئے ایک ڈرانے اور ہوشیار کرنے کا مورد ہے حضرت فاطمہ زہراؑ ہیں (بحارالانوار مجلسی، ج ۲۴، ص ۳۳۱۔ تفسیر قمی، ج ۲، ص ۳۹۶)۔ معلوم ہوا ہے حضرت فاطمہ زہراؑ " کُبر " کا مصداق ہیں اور آپؑ ایک بزرگ ذات ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا۔

واضح رہے کہ دوسری روایت کے مطابق "ولایت " کو بھی یہاں " کُبر " قیامت کے عظیم مسائل و موضوعات میں سے بیان کیا گیا ہے (الکافی، ج ۱، ص ۴۳۴)۔

۵ .فضیلت کا سمندر

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: «مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ - بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ»؛ "اس نے دو دریا بہائے ہیں جو آپس میں مل جاتے ہیں- ان کے درمیان حد فاصل ہے کہ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کر سکتے ہیں " (سورہ رحمٰن، آیت ۱۹۔ ۲۰)۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے متعدد اقوال میں فرمایا کہ "اس آیت میں دو سمندروں سے مراد حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ ہیں۔ یہ دونوں ایسے دو عمیق سمندر ہیں جن میں سے کوئی ایک دوسرے کے حق میں تجاوز و ظلم نہیں کر سکتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان ایک واسطہ ہے جو کہ رسول اللہؐ ہے اور اس عمیق سمندر کا پھل امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں " (تفسیر اہل بیتؑ، ج ۱۵، ص ۴۰۲)۔

ان آیات کی تفسیر میں ایک بہترین روایت نقل ہوئی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے پاس عبدالرّحمٰن بن عوف زہری اور عثمان بن عفّان آئے۔ عبدالرّحمان نے کہا: "اے رسول خداؐ۔ کیا آپ میرے لیے آپ کی بیٹی فاطمہؑ کی شادی کا عقد پڑھیں گے ؟ میں مہر کے لئے سو سیاہ رنگ کی مادہ اونٹی اور نیلی آنکھوں والے اونٹ دوں گا، جن پر مصر کے سفید کپڑے لدے ہوئے ہوں گے اور ساتھ میں دس ہزار دینار بھی دوں گا "۔ رسول خداؐ کے صحابہ میں عبدالرّحمان اور عثمان سے زیادہ دولت مند تھے۔ عثمان نے کہا: "میں بھی اتنی ہی رقم دوں گا اور میں عبدالرّحمان سے پہلے مسلمان ہوا ہوں "۔ رسول خداؐ، ان دونوں کی باتوں سے بہت زیادہ ناراض ہوئے اور ایک مٹھی کنکریاں اٹھا کر عبدالرّحمان کی طرف پھینکیں اور فرمایا: "کیا تم اپنے

مال سے مجھے ڈرا رہے ہو؟" اتنا کہتے ہی کنکریاں بڑے بڑے موتیوں میں تبدیل ہوگئیں اور جب ان موتیوں کی قیمت کی گئی تو ہر موتی کی قیمت عبدالرّحمان کی تمام دولت کے برابر تھی۔

اسی وقت حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا: "اے احمدؐ! اللہ تعالیٰ، آپؐ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے: " علیؑ ابن ابی طالبؑ کے پاس جائیے کیونکہ ان کی مثال کعبہ جیسی ہے جس کی طرف لوگ حج کے لئے جاتے ہیں اور وہ کسی کے پاس نہیں جاتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جنت کے خزانہ دار رضوان جنت سے کہوں کہ وہ جنت کے چار باغوں کو سجائے اور درخت طوبیٰ اور سدرۃا لمنتہی کو حکم دیا کہ نئے زیور اور لباس اختیار کریں اور حورالعین کو حکم دیا کہ وہ آراستہ ہو کر درخت طوبیٰ اور سدرۃا لمنتہی کے نیچے کھڑی ہوں۔اور ایک فرشتہ جس کا نام راحیل ہے اور جو فرشتوں میں سب سے زیادہ بولنے والا، شیریں زبان اور خوبصورت ہے، اس کو حکم دیا کہ وہ عرش کے کنارے حاضر ہو جائے۔ جب تمام فرشتے حاضر ہوگئے تو مجھے حکم دیا کہ میں نور کا ایک منبر نصب کروں اور راحیل کو کہا کہ وہ اس پر جائے؛ (اس کے بعد وہ اس پر گیا اور) اس نے عقد کے لئے ایک فصیح خطبہ پڑھا اور پھر حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت علیؑ کا عقد پڑھا گیا اور مہر میں قیامت تک کے لئے دنیا کے خمس کو فاطمہؑ اور ان کی اولاد کے لئے قرار دیا۔ میں اور میکائیلؑ اس عقد کے گواہ تھے اور خود اللہ تعالیٰ، حضرت فاطمہؑ کا ولی تھا اور درخت طوبیٰ اور سدرۃا لمنتہی کو حکم دیا کہ جو کچھ ان دونوں کے پاس زیورات، نئے لباس اور عطر ہے، اسے تقسیم کردیں اور حوروں کو حکم دیا کہ وہ اسے لیں اور قیامت تک اس پر فخر کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اسی طرح آپؐ کو حکم دیا ہے زمین پر حضرت فاطمہؑ کا عقد آپؐ خود پڑھیں۔اور عثمان سے کہو کہ: کیا تو نے قرآن میں میری بات نہیں سنی: «مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لا يَبْغِيانِ؟» - اسی طرح کیا تو نے قرآن میں میری بات نہیں سنی کہ: «وَ هُوَ الَّذِی خَلَقَ مِنَ الْماءِ بَشَراًفَجَعَلَهُ نَسَباً وَ صِهْراً؟»؛ "اور وہی وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا ہے اور پھر اس کو خاندان اور سسرال والا بنا دیا ہے "(فرقان، آیت ۵۴)۔

جب رسول خداؐ نے جناب جبرئیلؑ کی یہ بات سنیں تو آنحضرتؐ نے عمّار بن یاسر، سلمان اور عبّاس کو بلایا اور حضرت علیؑ سے فرمایا کہ "اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں (اپنی بیٹی فاطمہؑ سے) تمہارا عقد

پڑھوں " (تفسیر اہل بیتؑ، ج ۱۵، ص ۴۰۴؛ دلایل الاِمامہ، ص ۱۲)۔

مذکورہ آیات اور روایات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرؑااور حضرت امام علیؑ کو اللہ تعالیٰ نے فضیلتوں کے دو بہترین سمندر بنایا ہے اور آپ کا خانوادہ بہترین خانوادہ ہے اور آپؑ دونوں کا عقد بھی اللہ تعالیٰ نے پڑھا اور زمین پر حکم الٰہی سے خود رسول خداؐ نے پڑھا ہے اور خاص طور پر حضرت فاطمہ زہرؑا کی برابری کوئی بھی نہیں کرسکتا ہے۔ اور کسی میں آپؑ کے ہم شان ہونے اور ہم کفو ہونے کی صلاحیت نہیں تھی۔

٦. فاطمہ ؑ، کوثرِ رسولخداؐ

رسول اللہؐ کے یہاں جناب خدیجہؑ سے ایک بیٹا پیدا ہوا تھا جس کا نام "عبداللہ" رکھا گیا، لیکن کچھ مدت بعد ان کی رحلت ہوگئی جس کی وجہ مشرکین کا ایک سردار عاص بن وائل ایک دن رسول اللہؐ کو مسجد الحرام سے نکلتے وقت دیکھ کر کچھ بحث کرنے لگا۔ اس منظر کو قریش کے کچھ سرداروں نے دیکھا تو عاص بن وائل سے پوچھا: "تم کس سے بات کر رہے تھے؟" اس نے کہا: "اُس «ابتر» سے!"۔ اسی طرح دوسری روایت کے مطابق بے اولادی کا طعنہ دینے والوں میں عمرو بن عاص و حکم بن ابی عاص بھی تھا (تفسیر اہل بیتؑ، ج ۱۸، ص ۴۲۰۔ بحار الانوار مجلسی، ج ۲۲، ص ١٦٦ و ج ۱۷، ص ۲۰۹)۔ مشرکین کی اسی طعنہ زنی کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی حمایت اور دلداری میں سورہ کوثر نازل کرکے فرمایا کہ: «إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ-فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ- إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ»؛ "بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے لہٰذا آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی دیں یقیناً آپ کا دشمن ابتر (بے اولاد) رہے گا "۔

مفسرین نے "کوثر" کو بہت زیادہ خیر و برکت قرار دیا ہے اور بیان کیا ہے: "اس سے مراد نبی اکرمؐ کی کثرت نسل ہے جو فاطمہ زہرؑا اور آپؑ کی اولاد کے ذریعہ ظاہر ہوتی رہیں گی " (تفسیر کبیر فخر رازی، ج ۳۲، ص ۱۲۴۔ مجمع البیان طبرسی، ج ۱۰، ص ۸۳۵، برگزیدہ تفسیر نمونہ، ج ۵، ص ۵۹۹-۵٦۰ وغیرہ)۔

اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ سورہ کوثر کی تفسیر میں بہت زیادہ اقوال ہیں اور کوثر سے مراد کون ہے؟ اس حوالے سے مفسرین کے درمیان شدید اختلاف ہے لیکن سورہ کوثر کے نزول کے سبب کی روشنی میں کوثر کا سب سے عظیم اور بہترین مصداق صرف حضرت فاطمہ زہرؑا کی ذات ہی ہوسکتی ہیں جن کے

ذریعہ نسل پیغمبرؐ باقی ہےاور یہ الٰہی معجزہ ہے کہ جو لوگ بیٹے کو نسل کی بقاء کا ضامن سمجھ رہے تھے اور اپنے بیٹوں پر فخر کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام طرح کے وہم و گمان کو باطل کرکے اپنے حبیبؐ کو فاطمہؑ جیسی بیٹی عطا فرمائی جو آنحضرتؐ کی اکلوتی بیٹی تھیں لیکن آپؑ کی نسل کثیر، ان کے باباؐ کے لئے کوثر بن گئی اور ان کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی مگر ان کو نابود کر دیا گیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک کو کثیر اور کثیر کو ابتر بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی اسی کرشمہ سازی پر تمام عقلیں حیران اور گنگ ہیں۔

۷۔فاطمہ ؑ؛شاخِ شجرۂ طیبہ

خداوند متعال قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: «أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللهُ مَثَلاً كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُها ثابِتٌ وَ فَرْعُها فِي السَّماءِ»؛ "کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح کلمہ طیبہ کی مثال شجرہ طیبہ سے بیان کی ہے جس کی اصل ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان تک پہنچی ہوئی ہے" (سورہ ابراہیم، آیت ۲۴)۔

روایت کے مطابق حضرت امام باقرؑ نے فرمایا: اس آیت میں درخت سے مراد حضرت محمد مصطفیٰؐ ہے اور اس درخت کا تنہ حضرت علیؑ ہے اور اس کا پھل امام امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں اور اس کی اصلی شاخ حضرت فاطمہ زہراؑ اور فرعی و جزئی شاخیں ائمہ اطہارؑ ہیں " (شواہد التنزیل حاکم حسکانی، ج ۱، ص ۳۱۱؛ بحارالانوار مجلسی، ج ۲۴، ص ۱۳۹)۔

۸۔فاطمہ ؑ؛حقیقتِ شب قدر

حضرت امام جعفر صادقؑ نے سورہ قدر میں "شب قدر" کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ: «اللَّيْلَةُ فَاطِمَةُ ؑ وَ الْقَدْرُ اللَّهُ فَمَنْ عَرَفَ فَاطِمَةَ ؑ حَقَّ مَعْرِفَتِهَا فَقَدْ أَدْرَكَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَ إِنَّمَا سُمِّيَتْ فَاطِمَةَ ؑ لِأَنَّ الْخَلْقَ فُطِمُوا عَنْ مَعْرِفَتِهَا»؛ لیلۃ القدر سے مراد فاطمہؑ ہیں لہٰذا جس نے فاطمہؑ کی قدر و منزلت پہچان لی گویا اس نے "لیلۃ القدر" کی قدر و منزلت پہچان لی۔ اللہ تعالیٰ نے فاطمہؑ نام اس لئے رکھا کیونکہ لوگ آپؑ کی معرفت و شناخت حاصل کرنے سے عاجز ہیں "۔

۹۔فاطمہ ؑ؛صراط مستقیم

ہم روزانہ کم سے کم دس بار پروردگار عالم سے درخواست کرتے ہیں کہ: «إِهْدِنَا الصِّراطَ الْمُسْتَقيمَ»؛ پروردگار ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت فرما۔ اس آیت کے ذیل میں صراط مسقیم یعنی

سیدھے راستے کے بارے میں متعدد احادیث بیان ہوئی ہیں جن میں سے ایک روایت میں ابو برزاء نامی صحابی بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ پیغمبر اکرمؐ کے پاس تھے، آنحضرتؐ نے اچانک حضرت علیؑ کو آتے ہوئے دیکھ کر آپؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: «وَ أَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً. قَالَ: عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَ الْأَئِمَّةُ مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ هُمْ صِرَاطُ اللَّهِ فَمَنْ أَتَاهُمْ سَلَكَ السُّبُلَ»؛ یہ میرا راستہ ہے۔ پھر فرمایا: علیؑ ابن ابی طالبؑ اور فاطمہؑ کی نسل سے آنے والے ائمہؑ ہی کا راستہ، اللہ کی جانب سے معین سیدھا راستہ ہے جو بھی ان کی پیروی کردے گا وہی سیدھے راستے پر گامزن ہوگا (تفسیر اہل بیتؑ، ج ۱، ص ۹۸) ۔اسی طرح ایک دوسری حدیث میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ: «بیشک اللہ تعالیٰ نے علیؑ اور ان کی ہمسر گرامی (فاطمہ زہرؑا)، اور ان کے بچوں کو اپنی مخلوق پر حجت قرار دیا ہے اور وہ میری امت میں علم کے دروازے ہیں جو بھی ان سے متمسک ہوگیا وہ صراط مستقیم کی ہدایت پالے گا» (شواہد التنزیل، ج ۱، ص ۵۸، ح ۸۹) ۔اس کے علاوہ بہت سی احادیث ہیں جن میں اہل بیتؑ اور حضرت فاطمہ زہرؑا کی نسل سے آنے والے معصوم اماموںؑ کے راستے کو صراط مستقیم کہا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرؑا کی ذات اللہ اور آپؑ کی سیرت کی روشنی میں ہم سیدھے راستے پر گامزن ہو سکتے ہیں اور اس کے برعکس آپؑ کی دشمنی اور مخالفت انسان کو گمراہی میں مبتلا کر دیتی ہے۔

۱۰ .فاطمہؑ ؛شرط ایمان و ھدایت

قرآن مجید سورہ بقرہ، آیت ۱۳۶ میں مسلمانوں کو خطاب کرکے ارشاد ہوتا ہے کہ: «قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا...»؛ "کہو ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لائے..."۔ آیت کے اس حصے کی تفسیر میں حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ: «إِنَّمَا عَنَى بِذَلِكَ عَلِيّاً وَ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ وَ جَرَتْ بَعْدَهُمْ فِي الْأَئِمَّةَ»؛ "بیشک اس سے مراد علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور ان حضرات کے بعد آنے والے امامؑ ہیں " (تفسیر اہل بیتؑ، ج ۱، ص ۶۸۸) ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان ذوات مقدسہؑ کے سلسلے میں جو بھی حکم دیا گیاہے اس کو ماننا اور ان حضراتؑ کی ولایت کا عقیدہ رکھتے ہوئے اسی کے مطابق عمل کرنا ایمان کا جزء قرار دیا گیا ہے اور اسی کو ہدایت کا راستہ بھی بتایا گیا ہے اور ان حضراتؑ کی مخالفت گمراہی کا

سبب ہے۔ جیسا کہ بعد والی آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ: «فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ ما آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَ إِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّما هُمْ فی شِقاقٍ...»؛ اگر وہ (اہل کتاب) تملوگوں کی طرح ایمان لے آتے ہیں تو ہدایت یافتہ ہو جائیں گے اور اگر وہ مخالفت کرتے ہیں تو حق سے جدا رہیں گے "۔ اس آیت کے ذیل میں حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: «بِحَسْبِکُمْ أَنْ تَقُولُوا مَا قُلْنَا وَ تَصْمُتُوا عَمَّا صَمَتْنَا فَإِنَّکُمْ إِذَا قُلْتُمْ مَا نَقُولُ وَ سَلَّمْتُمْ لَنَا فِیمَا سَکَتْنَا عَنْهُ...»؛ "تم مومنین کے لئے یہی کافی ہے کہ تم لوگ وہی کہو جو ہم ائمہؑ کہتے ہیں اور ان باتوں کے سلسلے میں سکوت اختیار کرلو جن کے بارے میں ہم نے سکوت اختیار کیا ہے لہٰذا اگر تم نے وہی کہا جو ہم لوگوں نے کہا اور جن باتوں پر ہم نے سکوت کیا اس پر تم لوگ بھی خاموش رہے تو حقیقت میں صاحب ایمان رہوگے..."۔

١١. فاطمہ ؑ؛ واسطہ توبہ

قرآن مجید میں حضرت آدمؑ اور جناب حوّاؑ کے بارے میں آیا کہ جب جناب حوّاؑ نے اللہ کا منع کیا ہوا پھل کھالیا تھا تو خداوند عالم نے انہیں جنت سے نکال دیا تھا؛ اس موقع پر جناب آدمؑ و حوّاؑ نے کچھ کلمات کے ذریعہ توبہ کی تھی جس کو قبول کرلیا گیا تھا: «فَتَلَقّی آدَمُ مِنْ رَبِّهِ کَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوّابُ الرَّحِیمُ»؛ "اس کے بعد آدم نے اپنے پروردگار سے کلمات حاصل کئے (جن کے ذریعہ انہوں توبہ کی) اور ان کی توبہ قبول کرلی گئی، پرودگار بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے "۔ (بقرہ، آیت ٣٧)۔

اس آیت کے بارے میں ابن عباس کہتے ہیں: میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا: "جناب آدمؑ نے کون سے کلمات حاصل کئے تھے؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "اے میرے پرودگار! انہوں نے اللہ سے درخواست کی کہ محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے حق کے واسطے سے میری توبہ قبول فرما" (ینابیع المودہ، ج ١، ص ١١٢؛ الطرائف، ابن طاووس، ص ١١٢، ح ١٦٦؛ الدرالمنثور سیوطی، ج ١، ص ١٩)۔

١٢. فاطمہ ؑ؛ صالحین بارگاہ الٰهی

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ: «وَمَنْ يُطِعِ اللّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِکَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ

وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا»؛ "اور جو بھی اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ رہے گا، ان پر اللہ نے نعمتیں نازل کی ہیں اور یہی بہترین ساتھی و رفیق ہیں (سورہ نساء کی آیت ٦٩) ۔ اس آیت کے حوالے سے انس بن مالک کہتے ہیں کہ: ایک دن پیغمبر اکرمؐ صبح کی نماز میں مشغول تھے اور محراب میں چمکتے چاند کی طرح کھڑے تھے۔ نماز صبح کے بعد میں نے عرض کیا: "اگر آپؐ مناسب سمجھیں تو اس آیت کی تفسیر فرمادیں؛ آنحضرتؐ نے فرمایا: "انبیاء " سے مراد میں ہوں، "صدیقین " سے مراد علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں، "شہداء " سے مراد میرے چچا حمزہؑ ہیں اور "صالحین " سے مراد میری بیٹی زہراؑ اور ان کے بیٹے حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ یہ سن کر پیغمبرؐ کے چچا عباس مسجد کے کونے سے اٹھ کر پیغمبرؐ کی خدمت میں آئے اور کہا: کیا میں، آپؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ، سب ایک ہی سرچشمے سے نہیں ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: "آپ کا کیا مطلب ہے، چچا جان؟" عباس نے کہا: "آپؐ نے میرا نام نہیں لیا اور مجھے اس مقام کا افتخار نہیں دیا!" آنخضرت ؐ نے فرمایا: "چچا جان، آپ کا کہنا صحیح ہے کہ میں اور آپؐ اور علیؑ و حسنؑ و حسینؑ سب ایک ہی سرچشمے (نسل) سے ہیں لیکن اللہ نے ہمیں اُس وقت پیدا کیا، جب نہ یہ بلند آسمان تھے، نہ یہ زمین بچھی ہوئی تھی۔ نہ عرش تھا، نہ جنت، نہ جہنم۔ ہم اس وقت بھی اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہے تھے جب کوئی اور تسبیح و تقدیس کرنے والا نہیں تھا۔ جب اللہ نے تخلیق کا ارادہ کیا تو اس نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا اور میرے نور سے عرش کو پیدا کیا لہٰذا عرش کا نور میرے نور سے ہے اور میرا نور اللہ کے نور سے ہے۔ پھر اس نے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے نور کو پیدا کیا اور اس سے ملائکہ کو پیدا کیا لہٰذا ملائکہ کا نور علیؑ بن ابی طالبؑ کے نور سے ہے اور علیؑ ابن ابی طالبؑ کا نور اللہ کے نور سے ہے۔ پھر اس نے میری بیٹی فاطمہؑ کے نور کو پیدا کیا اور اس سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا لہٰذا آسمانوں اور زمین کا نور میری بیٹی فاطمہؑ کے نور سے ہے اور فاطمہؑ کا نور اللہ کے نور سے ہے اور فاطمہؑ آسمانوں اور زمین سے افضل ہیں۔ پھر اس نے حسنؑ کے نور کو پیدا کیا اور اس سے سورج اور چاند کو بنایا لہٰذا سورج اور چاند کا نور حسنؑ کے نور سے ہے اور حسنؑ کا نور اللہ کے نور سے ہے اور حسنؑ، سورج اور چاند سے افضل ہیں۔ پھر اس نے حسینؑ کے نور کو بنایا اور اس سے جنت اور حورالعین کو پیدا کیا لہٰذا جنت اور حورالعین کا نور حسینؑ کے نور سے

ہے اور حسینؑ کا نور اللہ کے نور سے ہے اور حسینؑ جنت اور حورالعین سے افضل ہیں۔ پھر اللہ نے اپنی قدرت سے تاریکی کو پیدا کیا اور اسے آنکھوں کے پردوں کے سامنے پھیلا دیا جس کی وجہ سے ملائکہ نے عرض کیا: "اے پاک و مقدس پروردگار، جب سے ہم نے ان اشباح (انوار پنجتنؑ) کو پہچانا ہے، کچھ برا نہیں دیکھا ہے۔ ہم ان کے مقام کی قسم دیتے ہیں کہ ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرما۔ اس وقت اللہ نے رحمت کی قندیلیں پیدا کیں اور انہیں عرش کے سرادق (کناروں) پر لگا دیا۔ ملائکہ نے عرض کیا: "پروردگار! یہ فضیلت کس کے لئے ہے؟ اور یہ نور کس کا ہے؟۔ پروردگار نے فرمایا: «هَذِهِ الْأَنْوَارُ فَقَالَ هَذَا نُورُ أَمَتِي فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ فَلِذَلِكَ سُمِّيَتْ أَمَتِيَ الزَّهْرَاءَ لِأَنَّ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرَضِينَ بِنُورِهَا ظَهَرَتْ وَ هِيَ ابْنَةُ نَبِيِّي وَ زَوْجَةُ وَصِيِّي وَ حُجَّتِي عَلَى خَلْقِي أُشْهِدُكُمْ يَا مَلَائِكَتِي أَنِّي قَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَ تَسْبِيحِكُمْ وَ تَقْدِيسِكُمْ لِهَذِهِ الْمَرْأَةِ وَ شِيعَتِهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»؛ "یہ نور میری کنیز فاطمہ زہراؑ کا ہے؛ اسی لئے میں نے اسے "زہرا" نام دیا کیونکہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق اسی کے نور سے ہوئی ہے۔ یہ میرے پیغمبرؐ کی بیٹی اور اس کے وصی کی بیوی اور مخلوق پر حجت ہے۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ قیامت تک، میں نے تمہاری تسبیح و تقدیس کا ثواب اس خاتون اور اس کے شیعوں کو دے دیا ہے"۔

اس وقت عباس اپنی جگہ سے اٹھے اور حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے کہا: «يَا عَلِيُّ لَقَدْ جَعَلَكَ اللَّهُ حُجَّةً بَالِغَةً عَلَى الْعِبَادِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»؛ "یا علیؑ، اللہ نے آپؑ کو قیامت تک لوگوں پر حجت بالغہ (روشن اور واضح دلیل) قرار دیا ہے" (تفسیر اہل بیتؑ، ج ٣، ص ٢٨٦ بحار الانوار، ج ٢٥، ص ١٦)۔

١٣. فاطمہؑ؛ مقرب الٰہی

خداوند عالم نے قرآن مجید میں نیک لوگوں کے لئے جنت کی نعمتوں کا ذکر فرماتے ہوئے بیان کیا کہ: «كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ- وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ-كِتَابٌ مَرْقُومٌ-يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ-إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ»؛ "یاد رکھو کہ نیک کردار افراد کا نامۂ اعمال علیین میں ہوگا اور تم کیا جانو کہ علیین کیا ہے؛ ایک لکھا ہوا دفتر ہے جس کے

گواہ مقربین ہیں، بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے "(سورہ مطففین، آیت ۱۸-۲۲) ۔ ان آیات میں "مقربین "کے بارے میں حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: مقربین سے مراد رسول اللہؐ، امیرالمومنینؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ ہیں (تفسیر اہل بیتؑ، ج ۱۷، ص ۴۶۲؛ تفسیر قمی، ج ۲، ص ۴۱۰؛ بحارالانوار، ج ۳۶، ص ۱۴۵)۔

اسی طرح دوسری روایت کے مطابق حضرت امام حسنؑ نے فرمایا کہ قرآن میں جہاں بھی "ابرار" یعنی نیک لوگوں کا ذکر آیا ہے اس سے مراد ہم اہل بیتؑ ہیں؛ «لِأَنَّا نَحْنُ أَبْرَارٌ بِآبَائِنَا وَ أُمَّهَاتِنَا وَ قُلُوبُنَا عَلَتْ بِالطَّاعَاتِ وَ الْبِرِّ وَ تَبَرَّأَتْ مِنَ الدُّنْيَا وَ حُبِّهَا وَ أَطَعْنَا اللّهَ فِي جَمِيعِ فَرَائِضِهِ وَ آمَنَّا بِوَحْدَانِيَّتِهِ وَ صَدَّقْنَا بِرَسُولِهِ»؛اس لئے کہ ہم ہی وہ ہیں جو آباء واجداد اور ماؤں کے لحاظ سے نیک و پاکیزہ ہیں اور ہمارے دل اطاعت الٰہی اور نیکیوں کے لئے شیفتہ ہیں اور دنیااور اس کی دوستی سے بیزار ہیں، ہم نے اللہ کے تمام واجبات کی اطاعت کی اور ہم نے اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسولؐ کی کامل طور پر تصدیق کی ہے "(تفسیر اہل بیتؑ، ج ۱۷، ص ۴۶۲؛ المناقب، ج ۴، ص ۲)۔

۱۵۔ فاطمہؑ؛ بہترین نمونہ عمل

خداوندعالم قرآن مجید میں اپنے نبیؐ سے خطاب کرکے فرماتا ہے کہ:

«وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا»؛

اے پیغمبرؐ! اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور اس کام پر ثابت قدم رہیں (سورہ طہ، آیت ۱۳۲)۔ اس آیت کے ذیل میں متعدد روایات بیان ہوئی ہیں کہ آیت میں پیغمبر اکرمؐ کو خاص طور پر اپنے اہل بیتؑ کو خطاب کرکے نماز کے حکم کو پہنچانے کے لئے تاکید کی گئی ہے۔ جیساکہ تفسیر میں بیان ہوا کہ: "خداوند متعال نے اپنے پیغمبرؐ سے فرمایا کہ اس آیت میں بیان ہونے والے حکم نماز کو اپنے اہل بیتؑ سے مخصوص قرار دے اور دوسرے لوگوں کو اس میں شامل نہ کرے تاکہ لوگوں کو خدا کے نزدیک اہل بیتؑ پیغمبرؐ کی عظمت اور بلند مقامی کا علم ہو جائے اس لئے کہ پہلے سب لوگوں کو نماز کے لئے حکم دیا گیا جس میں اہل بیتؑ بھی شامل تھے لیکن پھر خصوصی طور پر اس آیت میں اہل بیتؑ کو حکم دیا گیا ہے ۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نماز صبح کے وقت حضرت علیؑ و جناب فاطمہؑ کے دروازے پر آتے تھے اور فرماتے تھے: سلام و رحمت خدا آپ لوگوں پر۔ اس کے بعد حضرت علیؑ و

جناب فاطمہؑ جواب میں کہتے تھے سلام و رحمت خدا ہو آپ پر اے اللہ کے رسولؐ۔ اس کے بعد آنحضرتؐ دروازے کے دونوں قلابوں کو پکڑ کر فرماتے تھے کہ: «...الصّلَاةَ الصّلاةَ یَرْحَمُکُمُ اللّهُ إنّما یُرِیدُ اللهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیراً»؛ وقت نماز ہے، وقت نماز ہے۔ خدا تم اہل بیتؑ پر رحمت نازل کرے۔ بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہل بیتؑ کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے (سورہ احزاب، ۳۳)۔ آنحضرتؐ اس کام کو اپنی رحلت تک اسی طرح انجام دیتے رہے (بحار الانوار، ج ۳۵، ص ۲۰۷ و ج ۲۵، ص ۲۱۹۔ تأویل الآیات الظاہرہ، ص ۳۱۶۔ وسایل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۴۷)۔ مذکورہ آیت اور اس کی تفسیر میں بیان ہونے والی روایت اور اسی طرح دوسری روایات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زہراؑ اور اہل بیت اطہار کے دیگر اعضاء کے لئے نماز کا یہ خصوصی حکم، کسی خاص تاکید کے لئے نہیں تھا کہ معاذاللہ اہل بیتؑ نماز کے سلسلے میں کوئی کوتاہی کردیں گے بلکہ خداوندعالم یہاں مقام و عظمت اہل بیتؑ اور امت پر ان حضرات کی برتری کو ظاہر کرنا چاہتا تھا جیساکہ ایک

دوسری حدیث میں حضرت امام رضاؑ نے قرآن میں ظاہری طور پر بیان ہونے والے ۱۲ مقامات "اصطفاء" (برتری اہل بیتؑ کے موارد) کا ذکر کرتے ہوئے، آخری مقام کے عنوان سے اس آیت کا بھی ذکر فرمایا کہ: «وَ مَا أَکْرَمَ اللّهُ عَزّوَجَلّ أَحداً مِنْ ذَرَارِیّ الْأَنْبِیَاءِ بِمِثْلِ هَذِهِ الْکَرَامَةِ الّتِی أَکْرَمَنَا بِهَا وَ خَصّنَا مِنْ دُونِ جَمِیعِ أَهْلِ بَیْتِه»؛ "اللہ تعالیٰ کسی بھی نبی کی ذریت اور ان کے اہل بیتؑ کو یہ شرف نہیں عطا فرمایا ہے کہ ان کو خصوصی طور پر نماز کا حکم دیا جائے"۔ (بحار الانوار، ج ۲۵، ص ۲۳۳؛ الامالی صدوق؛ ص ۵۳۳)۔

۱۶. فاطمہؑ اور انعام الٰہی

خداوندعالم قرآن مجید میں پیغمبر اکرمؐ سے خطاب کرکے فرماتا ہے: «وَ لَسَوْفَ یُعْطِیکَ رَبُّکَ فَتَرْضی»؛ "بہت جلدی آپ کا پروردگار، آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے"۔ اس آیت کے ذیل میں مختلف روایات میں بیان ہوا ہے کہ "پیغمبر اکرمؐ نے حضرت فاطمہؑ کو دیکھا کہ وہ اون کی چادر پہنے ہوئے ہیں اور ہاتھوں سے آٹا پیس رہی ہیں اور اپنے بچے کو دودھ بھی پلا رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر

رسول اکرمؐ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور فرمایا: "اے میری بیٹی! دنیا کی تلخیوں کو آخرت کی شیرینی کے مقابلے میں برداشت کرو"۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ اور اس کی نعمتوں اور اس کی عطاؤں پر شکر ہے"۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں ارشاد ہوا کہ: "بہت جلد آپ کا پروردگار آپ کو اتنا انعام عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے" (تفسیر اہل بیتؑ، ج ١٨، ص ١٧٦؛ بحار الانوار، ج ٤٣، ص ٨٥؛ مکارم الاخلاق، ص ٢٣٥)۔

١٧. فاطمہؑ اور عظیم کامیابی

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ: «إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ»؛ "آج کے دن ہم نے انہیں ان کے صبر واستقامت کی وجہ سے یہ جزا دی ہے کہ وہ سراسر کامیاب ہیں" (مومنون، ١١١) ۔ عبداللہ ابن مسعود اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ خداوند عالم اس آیت میں اعلان کر رہا ہے کہ آج کے دن علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو دنیا میں اطاعت، بھوک، فقر اور امتحانات الٰہی پر صبر کی جزا کے طور پر جنت عطا کی گئ ہے اور یقیناً یہی حضرات کامیاب اور حساب و کتاب کے سامنے سربلند ہیں (شواہد التنزیل، ج ١، ص ٤٠٨، ح ٦٦٥)۔

١٨. فاطمہؑ نمونۂ ایثار و اخلاص

قرآن مجید کا سورہ ھل اتی (دہر/انسان) پورا اہل بیت اطہارؑ کی شان و عظمت میں نازل ہوا ہے اس سورہ میں اہل بیتؑ کے ایثار و قربانی کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا ہے۔ حدیثی اور تفسیری کتابوں کے مطابق ایک مرتبہ حضرات حسنینؑ بیمار ہو گئے تھے، آنحضرتؐ، اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ وہاں حضرت علیؑ سے فرمایا: "اے اباالحسنؑ! بہتر ہے کہ اپنے دو بیٹوں کی صحت کے لئے نذر کرو"۔ اس کے بعد حضرت علیؑ، جناب فاطمہؑ اور خادمہ فضہ نے نذر کی کہ اگر یہ دونوں بچے صحت یاب ہو جائیں تو تین دن تک "روزہ" رکھیں گے۔ آخرکار روزہ رکھا گیا اور اہل بیتؑ کی شان میں سورہ ھل اتی نازل ہوا جس میں اہل بیتؑ کے روزہ رکھنے اور افطار کے وقت ان حضرات کے ایثار اور فداکاری کا ذکر کیا گیا؛ نزول سورہ کے وقت فرشتہ وحی آیا اور عرض کیا کہ "اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ اس خاندان کی وجہ سے آپؐ کو مبارکباد دیتا ہے"۔ پھر اس نے سورہ "ھل اتی" پڑھ کر سنایا۔

اس سورہ میں اہل بیتؑ کی متعدد خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے؛ خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے تین نمایاں صفات (وفای عہد، ایثار، اخلاص) کا ذکر فرمایا ہے:

«یُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُونَ یَوْمًا کَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِیرًا-وَ یُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْکِینًا وَ یَتِیمًا وَ أَسِیرًا- إِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِیدُ مِنْکُمْ جَزَاءً وَ لَا شُکُورًا»؛ یہ حضرات نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔ یہ اس کی محبت میں مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم صرف اللہ کی مرضی کی خاطر تمہیں کھلاتے ہیں ورنہ نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ " (انسان، ۷-۸-۹) ۔ ان آیات میں اہل بیت اطہارؑ کی عظیم خصوصیات کا ذکر ہورہا ہے جن میں حضرت فاطمہ زہراؑ کا خاص کردار ہے۔

۱۹. فاطمہ ؑ، خواتین اسلامی کی نمائندہ

نبی اکرمؐ نے جب نجران کے عیسائیوں سے حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کے انکار کے بارے میں مناظرہ اور گفتگو کی تھی اور آنحضرتؐ کے محکم دلائل کے باوجود وہ لوگ آپؐ کی بات ماننے سے انکار کرتے رہے تو حکم خدا آیا کہ آپؐ ان لوگوں کے ساتھ "مباہلہ" کریں یعنی جھوٹوں پر لعنت کریں؛ نبی اکرمؐ کی جانب سے مباہلہ کرنے کی پیکش کو عیسائیوں نے پہلے تو قبول کر لیا اور طے ہوا کہ دونوں طرف سے بیٹوں، عورتوں اور اپنے نفسوں کو میدان میں لایا جائے؛ آنحضرتؐ نے بیٹوں کی جگہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو، عورتوں میں جناب فاطمہ زہراؑ کو لیا اور نفسوں کی جگہ امام علیؑ کو اپنے ہمراہ لے کر میدان میں تشریف لائے۔ گود میں امام حسینؑ، ہاتھ پکڑے امام حسنؑ، آنحضرتؐ کے پیچھے جناب فاطمہؑ اور ان کے پیچھے امام علیؑ تھے۔ آنحضرتؐ نے اپنے اہل بیتؑ سے فرمایا کہ جب میں دعا کروں تو آپ لوگ آمین کہنا۔

میدان مباہلہ میں جب نجران کے اسقف نے ان نورانی اور الہی چہروں کو دیکھا اپنی قوم سے کہنے لگا: "اگر یہ لوگ خدا سے دعا کریں گے کہ پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دے تو اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا لہٰذا ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہم سب ہلاک ہو جائیں گے اور زمین پر قیامت تک کوئی عیسائی باقی نہیں رہے گا"۔ آخرکار ان لوگوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ دینے کی شرط پر اپنے دین پر قائم رہنے کا فیصلہ کیا۔

مباہلہ کا واقعہ سورہ آل عمران کی آیت ۶۱ نازل ہونے کے بعد رونما ہوا۔ اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں اہل بیتؑ

کی عظیم فضیلت و منقبت کا ذکر ہوا ہے۔ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ: "جب یہ آیت نازل ہوئی، تو رسول اللہؐ نے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا اور فرمایا: "اے پروردگار! یہ میرے اہل بیتؑ ہیں "۔ یعنی آیت میں "ابنائنا"، "نساءنا" اور "انفسنا" سے ان چار معصومونؑ کی برتری اور فضیلت کو ظاہر ہوتی ہے کیونکہ نبی اکرمؐ نے صرف انہی چار افراد کو منتخب فرمایا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں ضمیریں جمع کی استعمال ہوئی ہیں اور ظاہری طور پر بہت سے لوگوں کو ساتھ لے جایا جاسکتا تھا لیکن عالم اسلام میں جھوٹوں پر لعنت کرنے کے لئے نبی اکرمؐ نے حکم خدا سے صرف ان چاروں افراد کا انتخاب کیا تھا اور انہیں کو میدان مباہلہ میں لے کر گئے لہٰذا ان سے بڑے صدیق اور سچے کوئی نہیں تھے۔اور اس طرح میدان مباہلہ میں صرف حضرت فاطمہؑ، آپ کے باباؐ، آپ کے شوہرؑ اور آپ کے بچوں ہی بدولت اسلام کو عیسائیوں کے مقابلے میں عظیم فتح و کامیابی نصیب ہوئی۔

مباہلہ میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت فاطمہ زہراؑ کی موجودگی اس بات کا بھی اعلان کرتی ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ سے افضل و برتر کوئی نہیں تھا جو مسلم خواتین کی نمائندگی کرسکے۔ صرف آپؑ تھیں جنہوں نے مسلمانوں کی نمائندگی فرمائی تھی (تفصیل کے لئے: تفسیر اہل بیتؑ، ج ۲، ص ۶۰۸؛ بحار الانوار، ج ۳۷، ص ۲۶۴ وج ۳۹، ص ۳۱۵)۔

۲۰.فاطمہؑ ؛اجر رسالت

قرآن مجید میں مسلمانوں کی جانب سے اجر رسالت ادا کرنے کے اظہار کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ: «...قُلْ لا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبى وَ مَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فيها حُسْناً إِنَّ اللهَ غَفُورٌ شَكُورٌ» (شوریٰ، آیت ۲۳)۔ احادیث اور تفاسیر کے مطابق یہ آیت پیغمبر اکرمؐ کے نزدیکی رشتہ داروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس میں صرف اہل بیت اطہارؑ شامل ہیں۔ جیسا کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ «لَمّا نَزَلَتْ قُلْ لا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً الْآيَةَ قَالُوا يَا رسول الله ؐ مَنْ هَؤُلَاءِ الّذِينَ أُمِرْنَا بِمَوَدّتِهِمْ قَالَ عَلِيٌّ وَ فَاطِمَةَ وَ وُلْدُهُمَا»؛"جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنخضرتؐ سے پوچھا گیا کہ کون لوگ ہیں جن کی مودت کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے؟ تو آنخضرتؐ نے فرمایا: علیؑ و فاطمہؑ اور ان

کے بیٹے اس سے مراد ہیں (تفسیر اہل بیتؑ، ج ۱۳، ص ۶۰۲ بحارالانوار، ج ۲۳، ص ۲۲۹)۔ اسی طرح ائمہؑ نے متعدد موقعوں پر اس آیت کے ذریعہ اپنی خاص فضیلت و منقبت کا اظہار فرمایا ہے جیسا کہ حضرت امام حسنؑ فرماتے ہیں: «أَنَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ افْتَرَضَ اللّٰهُ مَوَدَّتَهُمْ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ»؛ میں وہ اہل بیتؑ کی فرد ہوں جن کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہے (تفسیر اہل بیتؑ، ج ۱۳، ص ۶۰۰؛ بحارالانوار، ج ۲۳، ص ۲۵۱)۔ اسی طرح حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ: «إِنَّ الْقَرَابَةَ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ بِصِلَتِهَا وَ عَظَّمَ حَقَّهَا وَ جَعَلَ الْخَيْرَ فِيهَا قَرَابَتُنَا أَهْلَ الْبَيْتِ ؑ الَّذِينَ أَوْجَبَ حَقَّنَا عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ»؛ " وہ رشتہ دار جن کے بارے میں خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے، ان کے حقوق کو بڑا سمجھا جائے اور ان کے حق میں خیر و نیکی کی جائے، وہ رشتہ داری ہم اہل بیتؑ کی ہے، جن کے حق کو خداوند عالم نے ہر مسلمان پر واجب قرار دیا ہے " (تفسیر اہل بیتؑ، ج ۱۳، ص ۶۰۴؛ بحارالانوار، ج ۲۳، ص ۲۵۱)۔

حضرت فاطمہ زہراؑ کی مجاہدت

" پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد حضرت فاطمہ زہراؑ نے اپنی مختصر حیات میں جو نمایاں کام انجام دیئے، انہیں سب نے دیکھا، وہ صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ تمام انسانیت کے لئے نمونۂ عمل ہو سکتی ہیں۔ یہ بات کہ ایک اکیلی خاتون، ایک جوان خاتون، ایک بڑے مجمع، ایک طاقت، ایک حکومت کے سامنے کھڑی ہو جائے اور حق کا دفاع و شجاعت کا مظاہرہ کرے۔ اس کی منطق سبھی صاحبان منطق کو مطمئن کر دے اور وہ اپنے وظیفہ کو ادھورا نہ چھوڑے اور اپنی زندگی کے آخری ایام تک، کہ جب مدینے کی عورتیں آپؑ کی عیادت کے لیے آتی رہیں، ان کے سامنے حقائق کو، دین کی مضبوط بنیادوں کو بیان کرے، یہ ایسی چیزی ہے جو حضرت زہراؑ جیسی نمایاں، ممتاز اور بے مثال شخصیت کی حامل ذات کے علاوہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ آپؑ کی ہر بات ہمارے لئے نمونہ عمل ہے؛ حق کے لئے قیام، شجاعت، واضح انداز میں بولنا، قوت استدلال، صبر و استقامت۔ یہ وہی چیز ہے جو خداوند عالم نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے کہ "أَنْ تَقُومُوا لِلّٰهِ مَثْنَى وَ فُرَادَى " (سباء، آیت ۴۶)؛ خدا کے لئے قیام کرو۔ امر خدا کے خلاف جو چیز ہو اس کے مقابلے میں قیام کرو چاہے تم دو لوگ ہی کیوں نہ ہوں یا اگر دو لوگ بھی نہ ہوئے تو اکیلے ہو تب بھی اکیلے ہی قیام کرو۔ اس آیت شریفہ کا حقیقی مصداق، حضرت فاطمہ زہراؑ ہیں " (ماخوذ از بیانات رہبر معظم: ۲۰۲۴/۱۱/۲۵)۔

جناب فاطمہ زہراؑ کی چالیس حدیثیں

■ مولانا سید مہدی رضا رضوی۔ طالبعلم جامعۃ المصطفیؐ العالمیہ۔ قم ایران

مقدمہ

اس تحریر میں حضرت فاطمہ زہراؑ کی ۴۰ حدیثوں کا ذکر کیا جارہا ہے تاکہ مختلف موضوعات پر روشنی ڈالی جاسکے:

۱ - «نَحْنُ وَسيلَتُهُ فی خَلْقِهِ، وَ نَحْنُ خاصَّتُهُ وَ مَحَلُّ قُدْسِهِ، وَ نَحْنُ حُجَّتُهُ فی غَیْبِهِ، وَ نَحْنُ وَرَثَةُ اءنْبیائِهِ»؛ "ہم آل محمدؐ لوگوں کے لئے اللہ کا وسیلہ ہیں اور ہم اس کے پاک اور خاص بندے ہیں اور ہم لوگوں کو راستہ دکھانے کے لئے اس کی حجت اور ہم ہی اس کے نبیوںؑ کے وارث ہیں" (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج ۱۶، ص ۲۱۱)۔

۲ - «وَهُوَ الامامُ الرَّبّانی، وَ الْهَیْكَلُ النُّورانی، قُطْبُ الا قْطابِ، وَ سُلالَةُ الاَطْیابِ، النّاطِقُ بِالصَّوابِ، نُقْطَةُ دائِرَةِ الامامَةِ»؛ حضرت فاطمہ زہراؑ، امام علیؑ کے سلسلے سے فرماتی ہیں کہ: "وہ اللہ کی جانب سے رہنما اور پیشوا ہیں اور وہ نور کے پیکر اور تمام مخلوقات کی توجہ کا مرکز ہیں اور وہ ایک پاک خاندان سے پاک فرزند، سچ بولنے والے، امامت کے مرکز و محور ہیں (ریاحین الشریعۃ: ج۱، ص ۹۳)۔

۳ - «أبَوا هذِهِ الاْ مَّةِ مُحَمَّدٌ وَ عَلیٌّ، یُقیمانِ أودَّهُمْ، وَ یُنْقِذانِ مِنَ الْعَذابِ الدّائِمِ إنْ اطاعُوهُما، وَ یُبیحانِهِمُ النَّعیمَ الدّائم إنْ واقَفُوهُما»؛ "حضرت محمدؐ اور حضرت علیؑ اس امت کے باپ ہیں۔ اگر ان دونوں کی اطاعت کریں گے تو یہ دونوں لوگوں کے انحرافات کی اصلاح کریں گے اور انہیں دردناک عذاب سے بچائیں گے اور ان دونوں کی ہمراہی لوگوں کو جنّت کی ابدی نعمتیں عطا کرے گی (تفسیر الامام العسکریؑ، ص ۳۳۰، ح ۱۹۱۔ بحار الانوار، ج ۲۳، ص ۲۵۹، ح ۸)۔

۴- «مَن أصعَدَ إلَی اللّهِ خالِصَ عِبادَتِهِ أهبَطَ اللّهُ إلَیهِ أفضَلَ مَصلَحَتِهِ»؛ "جو شخص

بھی خلوص نیت سے خدا کی عبادت کرتا ہے، خدا اس کو بہترین فوائد اور برکتیں عطا کرتا ہے " (بحار الانوار، ج ٦٧، ص ٢۴٩، ح ٢٥)۔

۵- «إنّ السّعيدَ كُلّ السّعيد، حَقّ السّعيدِ مَنْ احبّ عليّا فى حَياتِه وَ بَعْدَ مَوتِه»؛ "بیشک کامیاب، حقیقی کامیاب وہ ہے جو علیؑ سے ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد محبت کرے " (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج ٢، ص ۴۴٩ مجمع الزوائد: ج ٩، ص ١٣٢)۔

۶ - «إلهى وَ سَيّدى، اءسْئَلُكَ بِالّذين اصْطَفَيْتَهُمْ، وَ بِبُكاءِ وَلَدَىّ فى مُفارِقَتى أنْ تَغْفِرَ لِعُصاةِ شيعَتى، وَ شيعَةِ ذُرّيتَى»؛ "اے میرے مالک! اے میرے سید! تیرے منتخب اولیاء کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتی ہوں اور میری موت کے بعد میرے بچوں کے رونے کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتی ہوں، ہمارے گنہگار اور پیروکار شیعوں کے گناہوں کی بخشش کا سوال کرتی ہوں "۔ (کوکب الدرّی، ج ١، ص ٢۵۴)۔

٧- «شيعَتُنا مِنْ خِيارِ اهْلِ الْجَنّةِ وَكُلّ مُحِبّينا وَ مَوالى اَوْليائنا وَ مُعادى اعْدائنا وَ الْمُسْلِمُ بِقَلْبِهِ وَ لِسانِه لَنا»؛ "ہمارے شیعہ، جنت کے بہترین لوگوں میں سے ہیں اور ہم سے اور ہمارے اولیاء سے محبت کرنے والے اور ہمارے دشمنوں کے دشمن، جو ہمیں دل و زبان سے تسلیم کرتے ہیں وہ جنت میں بہترین لوگوں میں سے ہوں گے "۔ (بحار الانوار: ج ٦٨، ص ١۵۵، س ٢٠، ضمن ح ١١)۔

٨ - «وَاللّهِ يَابْنَ الْخَطّابِ لَوْلا إنّى أكْرَهُ أنْ يُصيبَ الْبَلاءُ مَنْ لاذَنْبَ لَهُ، لَعَلِمْتَ أنّى سَأقْسِمُ عَلَى اللّهِ ثُمّ أجِدُهُ سَريعَ الْاجابَةِ»؛ "اے خطاب کے بیٹے! خدا کی قسم! اگر مجھے بے گناہوں پر عذاب الٰہی کے نازل ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں خدا کی قسم دے کر بد دعا کرتی اور تم دیکھتے کہ اللہ میری دعاؤں کا فوری جواب کیسے دیتا ہے۔ (اصول کافی، ج ١، ص ۴٦٠؛ بیت الاحزان، ص ١٠۴، بحار الانوار، ج ٢٨، ص ٢۵٠، ح ٣٠)۔

٩- «وَاللّهِ، لاكَلّمْتُكَ ابَدا، وَاللّهِ لَادْعُوَنّ اللّهَ عَلَيْكَ فى كُلِّ صَلوة»؛ "حضرت فاطمہؑ کے گھر پر حملے کے بعد آپؑ نے ابو بکر کو مخاطب ہو کر کہا: "میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں، میں تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گی اور خدا کی قسم کہ میں ہر نماز میں تیرے لئے بد دعا کروں گی " (صحیح مسلم: ج ٢، ص ٧٢، صحیح بخاری: ج ٦، ص ١٧٦)۔

١٠ - «إنّی أشْهِدُ اللّهَ وَ مَلائکَتَهُ، انّکُما اَسْخَطْتُمانی، وَ ما رَضیتُمانی، وَ لَئِنْ لَقیتُ النَّبِیّ لاشْکُوَنّکُما إلَیْه»؛ "حضرت فاطمہؑ کے پاس جب جب ابو بکر اور عمر معافی مانگنے کی غرض سے آئے تو جناب فاطمہؑ نے ان سے منھ پھیرتے ہوئے فرمایا: "میں خدا اور فرشتوں کو گواہ بناتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے ناراض کیا ہے، میں تم دونوں سے راضی اور خوش نہیں ہوں اور جب میں خدا کے رسولؐ سے ملوں گی تو تم دونوں کی شکایت کروں گی " (بحار الانوار، ج ٢٨، ص ٣٠٣؛ صحیح مسلم، ج ٢، ص ٧٢؛ صحیح بخاری، ج ۵، ص ۵)۔

١١ - «لاتُصَلّی عَلَیّ اُمّةٌ نَقَضَتْ عَهْدَ اللّهِ وَ عَهْدَ ابی رَسُولِ اللّهِ فی امیرالْمُؤمنینَ عَلیّ وَ ظَلَمُوا لی حَقیّ وَ اخذُوا إرْثی وَ خَرقُوا صَحیفَتی اللّتی کَتَبها لی أبی بِمُلْک فَدَک»؛ حضرت فاطمہ زہراؑ نے وصیت میں فرمایا کہ "جن لوگوں نے امیر المومنین علیؑ کے سلسلہ میں خدا اور رسولؐ کے عہد کو توڑا اور مجھ پر ظلم کیا اور میری میراث چھین لی اور فدک کی ملکیت پر میرے والد کا لکھا ہوا خط پھاڑ دیا وہ مجھ پر نماز میت نہ پڑھیں " (بیت الاحزان، ص ١١٣، کشف الغمہ، ج ٢، ص ۴٩۴)۔

١٣ - «إلَیْکُمْ عَنّی، فَلا عُذْرَ بَعْدَ غَدیرِکُمْ، وَ الاَمْرُ بعد تقْصیرکُمْ، هَلْ تَرَکَ أبی یَوْمَ غَدیرِ خُمّ لِا حَدٍ عُذْرٌ»؛ "آپؑ نے مہاجرین اور انصار کو مخاطب کرکے فرمایا: "مجھ سے دور ہو جاؤ اور مجھے تنہا چھوڑ دو، تمہاری بے حسّی اور غفلت کے بعد تمہارے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ کیا میرے والد نے غدیر خم کے دن کسی کے لئے بہانہ کی جگہ چھوڑی تھی؟ " (الخصال، ج ١، ص ١٧٣؛ الاحتجاج، ج ١، ص ١۴٦)۔

١٣ - «جَعَلَ اللّهُ الایمانَ تَطْهیرا لَکُمْ مِنَ الشِّرْکِ وَ الصَّلاةَ تَنْزیها لَکُمْ مِنَ الْکِبْرِ، وَ الزّکاةَ تَزْکِیَةً لِلنَّفْسِ وَ نِماءً فِی الرِّزْقِ، وَ الصِّیامَ تَثْبیتا لِلْاَخْلاصِ وَ الْحَجَّ تَشْییدا لِلدّینِ»؛ حضرت فاطمہ زہراؑ نے خطبہ فدک کے درمیان فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ایمان و عقیدہ کو شرک سے پاکیزگی اور نماز کو ہر طرح کے کبر و گھمنڈ سے دوری کے لئے لازم قرار دیا ہے اور اس نے زکوۃ کو تزکیۂ نفس اور رزق میں برکت کے لئے اور روزے

کو اخلاص میں استقامت و ثبات کے لئے اور حج کو شریعت کی بنیاد کو مضبوط کرنے اور دین اسلام کی تعمیر کے لئے واجب قرار دیا ہے " (ریاحین الشریعۃ، ج ا، ص ۳۱۲، فاطمۃ الزہراء، ص ۳٦۰)۔

۱۴ - «یا أَبَا الْحَسَنِ، إنّ رَسُولَ اللّهِ صَلّی اللّهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ عَهِدَ إلَیّ وَ حَدّثَنی أنّی اَوّلُ أهْلِهِ لُحُوقا بِهِ وَلَابُدّ مِنْهُ، فَاصْبِرْ لِامْرِ اللّهِ تَعالی وَ ارْضَ بِقَضائِهِ»؛ جناب فاطمہ زہرا اپنی شہادت کی خبر دیتے ہوئے امام علیؑ سے فرماتی ہیں: "اے ابا الحسنؑ! بے شک رسولؐ نے مجھ سے وعدہ کیا اور فرمایا کہ میں اہل بیتؑ میں سب سے پہلے ان سے ملاقات کروں گی اور اب اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے لہٰذا صبر کیجئے اور خدا کی تقدیر و فیصلے پر راضی رہئیے " (بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۲۰۰، ح ۳۰)۔

۱۵ - «مَنْ سَلّمَ عَلَیْهِ اَوْ عَلَیّ ثَلاثَةَ أیّامٍ أوْجَبَ اللّهُ لَهُ الجَنّةَ، قُلْتُ لَها: فی حَیاتِهِ وَ حَیاتِکِ؟ قالَتْ: نَعَمْ وَ بَعْدَ مَوْتِنا»؛ "جو شخص بھی رسول اللہؐ اور مجھ پر تین دن تک سلام کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر جنت واجب کر دے گا۔ راوی پوچھتا ہے یہ سلام زندگی میں کرے یا وفات کے بعد؟ فرمایا: چاہے ہماری زندگی میں ہو یا مرنے کے بعد (بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۱۸۵، ح ۱۷)۔

۱٦- «ما صَنَعَ ابُوالْحَسَنِ إلاّ ماکانَ یَنْبَغی لَهُ وَ لَقَدْ صَنَعُوا ما اللّهُ حَسیبُهُمْ وَ طالِبُهُمْ»؛ "امام علیؑ نے رسول اللہؐ کی تدفین اور بیعت کے سلسلے میں جو کچھ بھی کیا وہ ان کا الٰہی فریضہ تھا اور جو کچھ دوسروں نے کیا، خدا ان کے بارے میں فیصلہ کرے گا اور انہیں سزا دے گا " (الامامۃ والسیاسۃ، ص ۳۰، بحارالانوار، ج ۲۸، ص ۳۵۵، ح ٦۹)۔

۱۷- «خَیْرٌ لِلنّساءِ انْ لایَرَیْنَ الرّجالَ وَلایَراهُنّ الرّجالُ»؛ "ایک عورت کے لیے سب سے بہترین چیز یہ ہے کہ وہ کسی نامحرم مرد کو نہ دیکھے اور نہ ہی کوئی نامحرم مرد اس کو دیکھے " (بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۵۴، ح ۴۸)۔

۱۸- «اوُصیکَ یا ابَا الْحَسنِ انْ لا تَنْسانی وَ تَزُورَنی بَعْدَ مَماتی»؛ " جناب فاطمہؑ نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے ابو الحسن! میری موت کے بعد مجھے مت بھولنا اور میری قبر کی زیارت کے لیے آنا " (زہرۃ الریاض کوکب الدّری، ج ا، ص ۲۵۳)۔

۱۹ - «إنّی قَدِ اسْتَقْبَحْتُ ما یُصْنَعُ بِالنِّساءِ، إنّهُ یُطْرَحُ عَلیَ الْمَرْئَةِ الثّوبَ فَیَصِفُها لِمَنْ رأی، فَلاتَحْمِلینی عَلی سَریرٍ ظاهِرٍ، اُسْتُرینی، سَتَرَکِ اللّهُ مِنَ النّارِ»؛ "شہزادی فاطمہ زہرؑا نے اپنی بابرکت زندگی کے آخری ایام میں جناب اسماء کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: "مجھے یہ بہت خراب اور ناگوار لگتا ہے کہ مرنے کے بعد عورتوں کی لاشوں کو ان کے جسموں پر کپڑا ڈال کر تشییع کیا جاتا ہے اور لوگ اس کے جسم اور جسامت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔اے اسماء مجھے ایسے تخت پر نہ لے جانا جو چاروں طرف سے کھلا ہو اور دوسروں کے دیکھنے میں رکاوٹ نہ ہو۔ بلکہ ایسے لے جانا جو پوری طرح سے پوشیدہ ہو۔ اللہ تم کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے۔ (تہذیب الاحکام، ج ا، ص ۴۲۹۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۶۷؛ بحار، ج ۴۳، ص ۱۸۹، ح ۱۹)۔

۲۰ - «... إنْ لَمْ یَکُنْ یَرانی فَإنّی أراهُ وَ هُوَ یَشُمُّ الریح»؛ "رسول اللہؐ کے ساتھ ایک دن ایک نابینا شخص گھر میں داخل ہوا اور حضرت فاطمہ زہرؑا نے اپنے آپؑ کو چھپالیا؛ رسول اللہؐ نے اس کی وجہ پوچھی؟ تو جواب میں بابا سے کہا: "یہ نابینا شخص مجھے نہیں دیکھ پا رہا ہے مگر میں تو اسے دیکھ رہی ہوں، اور یہ خوشبو تو سونگھ ہی سکتا ہے " (بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۹۱، ح ۱۶۔ احقاق الحق، ج ۱۰، ص ۲۵۸)۔

۲۱ - «أَصْبَحْتُ وَ اللّهِ! عاتِقَةً لِدُنْیاکُمْ، قالِیَةً لِرِجالِکُمْ»؛ "فدک کو غصب کر لینے اور شہزادی کے احتجاج کرنے کے بعد مہاجر اور انصار میں سے کچھ عورتیں آپؑ کے گھر آئیں اور آپ کا حال دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: "خدا کی قسم! میں نے تمہاری دنیا کو آزاد کر دیا اسے چھوڑ دیا اور میں تمہارے مردوں سے ناراض ہوں، وہ میرے دشمن ہیں "۔ (دلائل الامامۃ، ص ۱۲۸، ح ۳۸۔ معانی الاخبار، ص ۳۵۵، ح ۲)۔

۲۲ - «إنْ کُنْتَ تَعْمَلُ بِما أَمَرْناکَ وَ تَنْتَهی عَمّا زَجَرْناکَ عَنْهُ، فَاءنْتَ مِنْ شیعَتِنا، وَ إلاّ فَلا»؛ «اگر تم وہی کرتے ہو جس کا ہم اہل بیتؑ نے حکم دیا ہے اور جس سے ہم نے منع کیا ہے اس سے دور رہتے ہو، تو تم ہمارے شیعوں میں سے ہو، ورنہ نہیں۔ (تفسیر الامام العسکریؑ، ص ۳۲۰، ح ۱۹۱)۔

۲۳ - «حُبِّبَ إلَیّ مِنْ دُنْیاکُمْ ثَلاثٌ: تِلاوَةُ کِتابِ اللّهِ، وَالنّظَرُ فی وَجْهِ رَسُولِ اللّهِ، وَالاْنْفاقُ فی سَبیلِ اللّهِ»؛ "مجھے تمہاری دنیا میں

سے تین چیزیں پسند ہیں؛ قرآن کی تلاوت، رسول اللہؐ کے چہرے کی زیارت اور راہ خدا میں انفاق (ضرورت مندوں کی مدد کرنا)" (بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۱۹۲، ح ۲۰۔ اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۳۲۱)۔

۲۴ - «أُوصيکَ اَوّلاً أنْ تَتَزَوَّجَ بَعْدی بِاِبْنَةِ اُخْتی أمامَةَ، فَإنّها تَکُونُ لِوُلْدی مِثْلی، فَإنّ الرِّجالَ لابُدَّ لَهُمْ مِنَ النِّساءِ»؛ حضرت فاطمہ زہراؑ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنے شوہر سے وصیت میں فرمایا: "میرے بعد میری بہن کی بیٹی امامہ سے شادی کر لینا کیونکہ وہ میری طرح میرے بچوں کے ساتھ شفقت کرنے والی اور دیندار ہے۔ بے شک مردوں کو ہر حال میں عورتوں کی ضرورت ہوتی ہے" (کنزل العمّال: ج ۱۶، ص ۴۶۲، ح ۴۵۴۴۳)۔

۲۵- «اَلْزَمْ رِجْلَها، فَإنّ الْجَنَّةَ تَحْتَ أقْدامِها و الْزَمْ رِجْلَها فَثَمَّ الْجَنَّةَ»؛ "ہمیشہ ماں کی خدمت کرو، اس کے قدموں میں رہو کیونکہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے اور اس کے نتیجے میں جنت کی نعمتیں حاصل ہوں گی" (مستدرك الوسائل، ج ۷، ص ۳۳۶، ح ۲؛ بحارالانوار، ج ۹۳، ص ۲۹۴، ح ۲۵)۔

۲۶ - «ما یَصنَعُ الصّائِمُ بِصِیامِہ إذا لَمْ یَصُنْ لِسانَهُ وَ سَمْعَهُ وَ بَصَرَہُ وَ جَوارِحَهُ»؛ "جو روزہ دار اپنی زبان، کان، آنکھ اور دیگر اعضاء و جوارح پر قابو نہیں رکھتا اس کو اس کے روزے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے" (تفسیر الامام العسکریؑ، ص ۳۵۴، ح ۲۴۳؛ مستدرك الوسائل، ج ۱۲، ص ۲۶۲؛ بحارالانوار، ج ۲۷، ص ۴۰۱، ح ۴۳)۔

۲۷ - «اَلْبُشْری فی وَجْهِ الْمُؤْمِنِ یُوجِبُ لِصاحِبِهِ الْجَنَّةَ، وَ بُشْری فی وَجْهِ الْمُعانِدِ یَقی صاحِبَهُ عَذابَ النّارِ»؛ "مومنوں کے سامنے مسکرانا اور خوش ہونا جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے اور دشمنوں اور مخالفین کے سامنے مسکرانے کا نتیجہ اس کو جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے گا" (کنزالعمّال، ج ۱۵، ص ۲۴۲، ح ۴۰۷۵۹)۔

۲۸ - «لایَلُومَنَّ امْرُءٌ إلاّ نَفْسَهُ، یَبیتُ وَ فی یَدِہِ ریحُ غَمَرٍ»؛"جو شخص کھانے کے بعد ہاتھ نہ دھوئے اور اس کے ہاتھ گندے رہتے ہیں اور اس وجہ وہ کسی پریشانی و مشکلات میں گرفتار ہو جائے تو اپنے سوا کسی دوسرے کی ملامت نہ کرے"۔ (کھانا کھانے کے بعد ہاتھ نہ دھلنے سے پریشانی آتی

ہے)" (دلائل الامامۃ، ص ۷۱، س ۱٦؛ معانی الاخبار، ص ۳۹۹، ضمن ح ۹)۔

۲۹- «اصْعَدْ عَلَى السَّطْحِ، فَإِنْ رَأَيْتَ نِصْفَ عَيْنِ الشَّمْسِ قَدْ تَدَلّى لِلْغُرُوبِ فَأَعْلِمْنی حَتّی أَدْعُو»؛ "سیدہؑ جمعہ کے دن غروب آفتاب کے قریب اپنے غلام سے کہا کرتی تھیں: "چھت پر جاؤ، جب آدھا سورج غروب ہو جائے تو مجھے بتا دینا، تاکہ میں اپنے اور دوسروں کے لیے دعا کروں" (تفسیر التبیان، ج ۹، ص ۳۷، س ۱٦)۔

۳۰ - «إنَّ اللّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمیعا وَلَا یُبالی»؛ "بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اس کو ایسا کرنے میں کسی کی پرواہ بھی نہیں ہے" (علل الشرایع، ج ۱، ص ۱۸۳؛ بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۸۲، ح ۴)۔

۳۱- «الْجارُ ثُمَّ الدّارُ»؛ "پہلے پڑوسی اس کے بعد گھر والے ہیں یعنی: پہلے اپنے پڑوسیوں اور رشتہ داروں کی پریشانیوں کو حل کرنے کے لئے سوچنا اور دعا کرنا چاہئے پھر اپنے بارے میں۔ (مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۱۰۸؛ مسند فاطمہ، ص ۳۳ و ۵۲)۔

۳۲ - «الرَّجُلُ اُحَقُّ بِصَدْرِ دابَّتِه، وَ صَدْرِ فِراشِه، وَالصَّلاةِ فی مَنْزِلِه إلا الْاَمامَ یَجْتَمِعُ النّاسُ عَلَيْهِ»؛ "ہر شخص کو اپنی سواری، اپنے گھر کے فرش اور اس پر نماز پڑھنے پر ترجیح ہے، مگر یہ کہ دوسرا شخص امام جماعت ہو اور نماز باجماعت پڑھنا چاہے"۔ (کشف الغمّہ، ج ۲، ص ۵۷؛ بحار الانوار، ج ۸، ص ۵۳، ح ٦۲)۔

۳۳ - «یا ابَةِ ذَکَرْتُ الْمَحْشَرَ وَ وُقوفَ النّاسِ عُراةً یَومُ القِیامَةِ، واسَوْأتاه یَوْمَئذً مِنَ اللّهِ عَزّ وَ جَلّ...»؛ "اے ابا جان! میں قیامت کے اس دن کو یاد کر رہی ہوں کہ کیسے لوگ خدا کے سامنے برہنہ حالت میں کھڑے ہوں گے اور کوئی فریاد سننے والا نہ ہوگا؛ وائے ہو کہ اس دن کہ کیسے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری ہوگی..." (بحارالانوار، ج ۸، ص ۵۳۔ احقاق الحق، ج ۱۹، ص ۱۲۹)۔

۳۴- «إذا حُشِرْتُ یَوْمَ الْقِیامَةِ، اشْفَعُ عُصاةَ امَّةِ النَّبیﷺ»؛ "جب میں قیامت کے دن محشور کی جاؤں گی تو رسول اللہؐ کی امت کے گنہگاروں کی شفاعت کروں گی" (بحارالانوار: ج ۷۹، ص ۲۷، ضمن ح ۱۳)۔

۳۵ - «فَاكْثِرْ مِنْ تِلاوَةِ الْقُرآنِ، وَالدُّعاءِ، فَإنّها ساعَةٌ يَحْتاجُ الْمَيّتُ فيها إلى انْسِ الْأحْياءِ»؛ حضرت فاطمہؑ نے امام علیؑ سے وصیت کرتے ہوئے فرمایا: "اے علیؑ مجھے دفن کرنے کے بعد میرے لئے کثرت سے قرآن پڑھنا اور میرے لیے دعا کرنا کیونکہ ایسے وقت میں مردے کو زندہ لوگوں سے ان چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے " (امالی شیخ طوسی: ج ۲، ص ۲۲۸)۔

۳۶ - «يا ابَا الحَسَن، إنّی لاسْتَحی مِنْ إلهی انْ اكَلِّفَ نَفْسَکَ مالاتَقْدِرُ عَلَيْه»؛ "یا علیؑ! مجھے اپنے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں آپؑ سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ کروں جس کو فراہم کرنے پر آپ قادر نہ ہوں (مدینۃ المعاجز، ج ۳، ص ۴۳۰)۔

۳۷ - «خابَتْ امّةٌ قَتَلَتْ إبْنَ بِنْتِ نَبِيّها»؛ "تباہی ہے اس امت کے لئے جو اپنے نبی کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کرے۔ " (ریاحین الشریعۃ، ج ۱، ص ۳۱۲؛ فاطمۃ الزہراءؑ، ص ۳۶۰)۔

۳۸ - «... وَالنّهْیَ عَنْ شُرْبِ الْخَمْرِ تَنْزيها عَنِ الرِّجْسِ، وَ اجْتِنابَ الْقَذْفِ حِجابا عَنِ اللّعْنَةِ، وَ تَرْکَ السِّرْقَةِ ايجابا لِلْعِفّةِ»؛ اللہ تعالیٰ شراب پینے سے منع کیا تاکہ معاشرہ گندگیوں اور جرائم سے پاک رہے۔ غیبت و تہمت سے دور رہنے کا حکم دیا ہے تاکہ غصے و لعنت بچا جاسکے اور چوری سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ معاشرے میں عفت و پاکیزگی قائم رہے (ریاحین الشریعۃ، ج ۱، ص ۳۱۲؛ فاطمۃ الزہراءؑ، ص ۳۶۰)۔

۳۹ - «حرم (الله) الشِّرْکَ إخْلاصا لَهُ بِالرُّبُوبِيّةِ، فَاتّقُوا اللّه حَقّ تُقاتِه، وَ لا تَمُوتُنّ إلاّ وَ انْتُمْ مُسْلِمُونَ، وَ اطيعُوا اللّه فيما امَرَكُمْ بِهِ، وَ نَهاكُمْ عَنْهُ، فَانّهُ، إنّما يَخْشَى اللّهَ مِنْ عِبادِهِ الْعُلَماءِ»؛ "... خداوند متعال نے شرک کو حرام قرار دیا تاکہ لوگ اس کی ربوبیت کے سامنے سر تسلیم خم کر دے لہٰذا اللہ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور خبردار اس وقت تک نہ مرنا جب تک کہ مسلمان نہ ہو جاؤ اور اللہ کی اطاعت و پیروی کرو جس کا اس نے تمہیں حکم دیا ہے یا منع کیا ہے، بیشک اللہ کے بندوں میں صرف صاحبان معرفت ہی اس سے ڈرنے والے ہیں (الامامۃ والتبصرۃ، ص ۱؛ بحارالانوار، ج ۳۶، ص ۳۵۲، ح ۲۲۴)۔

۴۰ - «امّا وَاللّه، لَوْتَرَكُوا الْحَقّ عَلى أهْلِه وَاتّبَعُوا عِتْرَةَ نَبِيّه، لَمّا اخْتَلَفَ فِى اللّه اثْنان، وَ لَوَرِثَها سَلَفٌ عَنْ سَلَف، وَخَلْفٌ بَعْدَ خَلَف حَتّى يَقُومَ قائِمُنا، التّاسِعُ مِنْ وُلْدِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِالسّلام»؛ "خدا کی قسم! اگر حق (خلافت و امامت) کو اس کے اہل کے سپرد کر دیا جاتا اور عترت پیغمبر اکرمؐ کی اطاعت و پیروی کی ہوتی تو حتی دو لوگ بھی خدا اور دین کے بارے میں ایک دوسرے سے اختلاف نہیں کرتے اور خلافت و امامت کا عہدہ یکے بعد دیگرے مستحق افراد تک منتقل ہوتا یہاں تک کہ ہمارا قائم جو حسینؑ ابن علیؑ کا نواں فرزند ہے، قیام کرتا "(کفایۃ الاثر، ص ۱۹۹؛ بحارالانوار، ج ۳۶، ص ۳۵۲، ح ۲۲۴)۔

فضیلتوں کا ہار

ایک یہودی نے امام حسنؑ سے کہا: آپؑ کی والدہ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: «أمی الزهراء بنت محمد المصطفى، قلادة الصفوة و درّة صدف العصمة و غرّة جمال العلم و الحكمة و هى نقطة دائرة المناقب و المفاخر و لمعة من أنوار المحامد و المآثر، خمرت طينة وجودها من تفّاحة من تفاح الجنة و كتب (اللّه) فى صحيفتها عتق عصاة الامة و هى أم السادة النجباء و سيّدة النساء البتول العذراء فاطمة الزهراء (عليها السلام)» -

"میری مادر گرامی زہراء بنت محمد مصطفیؐ ہیں؛ جو فضیلتوں کا ہار ہیں، گلدستۂ عصمت کا پھول ہیں، علم وحکمت کی زینت ہیں، مناقب و مفاخر کا مرکزی نقطہ ہیں، خصلتوں اور عزتوں والے انوار میں سے ایک نور ہیں، ان کے وجود کی مٹی جنّت کے سیبوں میں سے ایک سیب سے گوندھی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے حق مہر میں امت کے گنہگاروں کی مغفرت لکھ دی ہے، وہ برگزیدہ سادات کی ماں ہیں اور وہ عورتوں کی سردار بتول، عذراء، فاطمہ زہرؑا ہیں "۔ (مدینۃ المعاجز، ۳، ص ۲۹۵)۔

جناب فاطمہ زہراؑ احادیث کی روشنی میں

▪ تحریر: سیدہ نہاں نقوی۔ طالبہ جامعۃ المصطفیؐ العالمیہ۔ قم ایران

مقدمہ

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیؐ کی عظیم بیٹی حضرت فاطمہ زہراؑ اپنے بابا کے دنیا سے جانے کے بعد ایک لمحہ بھی سکون سے رہ نہ سکیں، مسلمانوں نے نبی ؐ کے جانے کے بعد، عظیم عظمتوں و بلندیوں کی مالک شہزادی کو بہت رلایا اور تڑپایا۔ اتنا ستایا کہ بی بی نے خود مرثیہ پڑھا کہ: اگر اتنے مصائب دنوں پر پڑتے تو وہ رات کی تاریکی میں تبدیل ہو جاتے۔

کتنے بڑے ظالم و شر پسند تھے وہ لوگ جنہوں نے خود اپنی زندگی میں اپنے نبیؐ کو بارہا دیکھا کہ وہ اپنی بیٹی سے بے پناہ محبت کیا کرتے تھے، جب وہ نبیؐ کی خدمت میں تشریف لاتیں تو نبیؐ اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھ جاتے تھے اور پیار و احترام سے اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے، سفر پر جانے پر سب سے آخر میں آپؑ سے دواع ہوتے تھے، واپس لوٹنے پر سب سے پہلے آپؑ سے ملاقات کرتے تھے، آپؑ کے دروازے پر آکر مسلسل سلام کیا کرتے تھے۔

اسی طرح خود شہزادی دو عالمؑ انفرادی اور اجتماعی طور پر بے شمار فضائل و مناقب کی مالک تھیں ... پھر کیا قصور تھا، کیا جرم تھا کہ آپؑ کے باباؐ کے جانے کے بعد آپؑ کے دراوازے کو مسلمانوں نے آگ کے شعلوں میں تبدیل کردیا، آپؑ کے پہلو کو شکستہ کردیا۔ شکم میں بچے کو شہید کردیا۔ شوہر کے گلے میں رسّی کا پھندا باندھ کر گھسیٹا گیا۔ بچوں کو بلکنے پر مجبور کردیا گیا۔ کسی نے مدد کے لئے ہاتھ نہیں بڑھایا۔ باباؐ کا دیا ہوا، غریبوں کے کاموں و اخراجات پر خرچ ہونے والا فدک کا علاقہ چھین لیا گیا۔ آپؑ کے شوہر گرامی حضرت علیؑ کے الہی منصب امامت وخلافت کو چھین لیا گیا۔ اور آخر کار آپؑ کو شہید کردیا گیا۔ شہادت کے بعد بھی کیوں آپؑ کے جنازے کو اندھیرے میں اٹھانا پڑا؟ کیوں جنازے میں صرف چند ہی لوگ شریک تھے؟ کیوں آج آپؑ کی قبر کا نشان بھی موجود نہیں ہے؟

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ آج بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو ان تمام تاریخی حقائق کا نے شرمی سے انکار

کرتے رہتے ہیں؟ آخر اتنی دشمنی جناب فاطمہ زہرا سے کیوں؟

عظمت شہزادی کائنات احادیث کی روشنی میں

آیئے اس بی بی دوعالمؑ کے ایام شہادت کی مناسبت سے آپؑ کی معرفت و شناخت کے حوالے سے چند احادیث کا سہارا لیں اور خود بھی اور دوسروں کو آپؑ کی عظمت بتائیں تاکہ دوسروں کے لئے حق و باطل واضح ہو جائے اور لوگوں کے لئے ہدایت کا سامان فراہم ہوسکے:

۱۔ پیغمبر اکرمؐ: "جو شخص میری بیٹی فاطمہؑ کو دوست رکھتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا اور جو بھی ان سے دشمنی رکھے گا وہ جہنم کی آگ میں ہوگا (بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۱۱۶)۔

۲۔ پیغمبر اکرمؐ: "بیشک فاطمہؑ خلقت کے لحاظ سے انسانی شکل میں ایک حوریہ ہیں " (بحار الانوار، ج ۷۸، ص ۱۱۲)۔

۳۔ پیغمبر اکرمؐ: "میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہؑ اس لئے رکھا کہ خداوندعالم اس کے دوستوں کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا" (عیون اخبار الرضاع، ج ۲، ص ۴۶)۔

۴۔ پیغمبر اکرمؐ، حضرت امام علیؑ سے فرماتے ہیں:... "اے علی ؑ! جو کچھ فاطمہؑ آپ کو حکم دے، اسے انجام دیں۔اس لئے میں نے اسے ان چیزوں کا علم دیا ہے جسے جبرئیلؑ نے مجھے بتایا ہے " (بحار الانوار، ج ۲۲، ص ۴۸۴)۔

۵۔ پیغمبر اکرمؐ نے امام علیؑ سے حضرت زہراؑ کے بارے میں پوچھا کہ علی ؑ، آپؑ نے زہراؑ کو کیسا پایا؟ تو جواب میں امام علیؑ نے عرض کیا: "فاطمہؑ کو میں نے اطاعت و بندگی خدا کے لئے بہترین مددگار پایا " (بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۱۱۷)۔

۶۔ پیغمبر اکرمؐ: "فاطمہ زہراؑ، میرے نزدیک تمام مخلوقات میں عزیز ترین ہے " (امالی شیخ مفید، ص ۲۵۹)۔

۷۔ پیغمبر اکرمؐ: "فاطمہؑ، میرا ٹکڑا ہے اور وہ میری آنکھوں کا نور ہے اور وہ میرے دل کا ثمرہ (میوہ دل) ہے" (امالی شیخ صدوق، ص ۴۸۶)۔

۸۔ پیغمبر اکرمؐ: "معلون ہے، ملعون وہ شخص جو میرے بعد میری بیٹی فاطمہؑ پر ظلم کرے اور اس کے حق کو غصب کرے اور اسے قتل کرے " (بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۳۵۴)۔

۹۔ پیغمبر اکرمؐ: "اے فاطمہؑ!... تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں " (بیت الاحزان، ص ۱۹؛ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۳۲)۔

۱۰- پیغمبر اکرمؐ: " بیشک اللہ، فاطمہؑ کے غضب سے ناراض ہوتا ہے اور فاطمہؑ کے خوشحال ہونے سے راضی و خوشنود ہوتا ہے" (امالی شیخ مفید، ص ۹۴)۔

۱۱- پیغمبر اکرمؐ: "اے فاطمہؑ! خداوندعالم نے جتنے بھی نبی مبعوث کئے ہیں اور جتنے بھی فرشتوں کو اپنی بارگاہ کا مقرب بنایا ہے۔ اگر یہ سب مل کر بھی جو تمہارے حق کا غاصب ہوگا، اس کی شفاعت کریں گے تب بھی خدا وندعالم اس کو جہنم کی آگ سے خارج نہیں کرے گا" (بحارالانوار، ج ۷۶، ص ۳۵۴)۔

۱۲- پیغمبر اکرمؐ: " نبیوںؑ کے وجود سے سفر جل کی خوشبو آتی تھی، حورالعین کے وجود سے آس (ایک قسم کا پھل) کی خوشبو آتی ہے اور فرشتوں کے وجود سے گل سرخ (گلاب) کی خوشبو آتی ہے لیکن فاطمہ زہراؑ کے وجود سے سفر جل، آس اور گلاب تمام خوشبوئیں آتی ہیں " (بحارالانوار، ج ٦٦، ۱۷۷)۔

۱۳- پیغمبر اکرمؐ، جناب سلمان فارسی سے فرماتے ہیں: "اے سلمان! بیشک خداوندعالم نے فاطمہ زہراؑ کے دل، اعضاء و جوارح، ہڈیوں (پورے وجود) کو ایمان و یقین سے بھرا ہوا ہے، اس طرح کہ وہ خدا کی اطاعت میں بہت زیادہ رغبت و شوق رکھتی ہے (بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۴٦)۔

۱۴- پیغمبر اکرمؐ: "میں خورشید کی مانند ہوں، علیؑ چاند کی مانند ہے اور فاطمہؑ ستارہ زُہرا کی مانند ہے اور حسنؑ و حسینؑ ستارہ فرقدان کی طرح ہیں " (بحارالانوار، ج ۲۴، ص ۷۴)۔

۱۵- پیغمبر اکرمؐ: "اے فاطمہؑ! تمہارا بابا تم پر فدا ہو " (بحارالانوار، ج ۲۲، ص ۴۹۰)۔

۱٦- پیغمبر اکرمؐ: " میرے بیٹی فاطمہؑ کا نور، اللہ کے نور سے ہے، اور میری بیٹی تمام زمین وآسمان میں سب سے برتر و بلند مرتبہ ہے " (بحار الانوار، ج ۱۵، ص ۱۰)۔

۱۷- پیغمبر اکرمؐ: "...(روز قیامت کہا جائے گا): اے فاطمہؑ تمہیں مبارک ہو! کہ خداوندعالم کی بارگاہ میں تم اتنے بلند مقام محمود پر فائز ہو کہ تم اس مقام پر اپنے شیعوں اور چاہنے والے کے لئے شفاعت کر سکتی ہو " (بحارالانوار، ج ۷٦، ص ۳۵۹)۔

۱۸- پیغمبر اکرمؐ: " فاطمہؑ، انسانی شکل میں ایک حوریہ ہیں۔ میں جب بھی جنت کا مشتاق ہوتا ہوں تو اپنی بیٹی فاطمہؑ کی خوشبو سونگھتا ہوں " (کتاب التوحید، ص ۱۱۷)۔

۱۹- پیغمبر اکرمؐ: "جنت چار عورتوں کی مشتاق ہے: ایک مریم، دوسرے آسیہ بنت مزاحم، تیسرے خدیجہ بنت خویلد اور چوتھے فاطمہؑ بنت محمدؐ" (بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۵۳)۔

۲۰- پیغمبر اکرمؐ: "میں نے فاطمہ زہراؑ کی شادی حکم و فرمان الہی سے کی تھی" (عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۵۹)۔

۲۱- نبی اکرمؐ: "جو شخص بھی فاطمہؑ کی زیارت کرے، ایسا ہی ہے جیسے میری زیارت کی ہے" (بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۵۸)۔

۲۲-امام علیؑ، جناب فاطمہ زہراؑ کی بہ نسبت فخر کرتے ہوئے فرمایا: "میں بتولؑ کا شوہر ہوں جو تمام عالمین کی خواتین کی سردار ہیں" (معانی الاخبار، ص ۵۸)۔

۲۳-امام علیؑ: حضرت فاطمہ زہراؑ، اس قدر مشک سے پانی نکالتی تھیں کہ اس کا اثر آپؑ کے سینے پر بن گیا تھا اور چکّی سے اتنا آٹا تیار کرتی تھیں کہ آپؑ کے ہاتھوں پر پھوڑے ہوگئے تھے اور اتنا گھر میں صفائی کا کام کیا کرتی تھیں کہ آپؑ کے لباس خاک آلود ہو جاتے تھے، اتنا چولہے میں آگ روشن کرتی تھیں کہ آپؑ کے کپڑے کالے و دھوئیں والے ہو جاتے تھے۔آپؑ کو ان تمام کاموں کی وجہ سے سخت تکلیف اٹھانا پڑتی تھی" (علل الشرائع، ج ۲، ص ۳۶۶)۔

۲۴- امام علیؑ: "... حسنؑ و حسینؑ، دونوں اس امت کے دو سبط ہیں، یہ دونوں حضرت محمدؐ کے سر کے لئے دو آنکھوں کی مانند ہیں اور میں حضرت محمدؐ کے لئے بدن کی بہ نسبت ہاتھ کی طرح ہوں، اور فاطمہ زہراؑ، بدن کے لئے قلب کی مانند ہیں"۔ (بحارالانوار، ج ۳۹، ص ۳۵۲۔کتاب سلیم بن قیس، ص ۸۳۰)۔

۲۵- امام علیؑ: "خدا کی قسم!... فاطمہ زہراؑ نے کبھی بھی مجھے غصہ نہیں کیا، کسی بھی کام میں میری مخالفت نہیں کی اور جب بھی میں ان پر نگاہ کرتا تھا، میرے تمام غم و اندوہ ختم ہو جاتے تھے" (بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۱۳۴)۔

۲۶- امام محمد باقرؑ: "جناب فاطمہ زہراؑ کی اطاعت تمام مخلوقات؛ جن و انس، پرندوں، حشرات، انبیاء اور ملائکہ... سب پر واجب ہے" (دلائل الامامۃ، ص ۲۸)۔

۲۷۔امام محمد باقرؑ: "خداوند عالم، جناب فاطمہ زہراؑ کی تسبیح سے بہتر کسی اور چیز سے عبادت نہیں کیا گیا ہے" (اصول کافی، ج ۳، ص ۳۴۳)۔ (خداوند عالم کی بہترین عبادت، جناب فاطمہ زہراؑ کی وہ تسبیح ہے جس میں ۳۴ بار اللہ اکبر، ۳۳ بار الحمد للہ، ۳۳ بار سبحان اللہ پڑھا جاتا ہے۔ اور یہ تسبیح آنحضرتؐ نے جناب فاطمہؑ کو تعلیم دی تھی، جس کو پا کر حضرت زہراؑ بہت زیادہ خوش ہوئیں تھیں)۔

۲۸- امام محمد باقرؑ وامام صادقؑ: "کسی بھی انسان کی روح کے لئے حرام ہے (اسے اجازت نہیں کہ) انسان کے بدن سے خارج ہو جائے مگر یہ کہ پنج تن کی

زیارت کرے، یعنی محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے دیکھے اور ان ذوات کو دیکھ کر انسان کی آنکھ یا روشن ہو جاتی ہے یا تاریک و غمگین " (کشف الغمہ، ج ۱، ص ۴۱۴)۔ (روایات کے مطابق ہر مرنے والا اگر اچھا ہو تو پنجتنؑ کی زیارت کرتا ہے اور خوش ہو جاتا ہے اور اگر برا ہوتا ہے تو پنجتنؑ کی زیارت اس کو اور غمگین بنا دیتی ہے)۔

۲۹۔ حضرت امام صادقؑ: "جو شخص بھی جناب فاطمہؑ کی حقیقی شناخت حاصل کر لے گویا اس نے شب قدر کو درک کر لیا" (بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۶۵)۔

۳۰-امام صادقؑ نے ایک شخص سے۔جس نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا تھا۔فرمایا: "اب جبکہ تم نے اس کا نام فاطمہ رکھا ہے تو اسے برا بھلا نہ کہنا، اس پر لعنت ملامت نہ کرنا، اور اسے مارنا نہیں" (کتاب کافی، ج ۶، ص ۴۸)۔

۳۱۔امام صادقؑ: "فاطمہ زہراؑ، دنیا کی تمام خواتین کے درمیان چمکتا ہوا ستارہ ہے"۔ (کتاب کافی، ج ۱، ص ۱۹۵)۔

۳۲-امام صادقؑ: "فاطمہ زہراؑ، اول سے آخر تک تمام عالمین کی خواتین کی سردار ہیں" (معانی الاخبار، ص ۱۰۷)۔

۳۳- امام صادقؑ نے جناب فاطمہ زہراؑ سے مخصوص نماز کے بیان میں فرمایا کہ آپؑ چار رکعت (دو، دو کرکے نماز صبح کی طرح) پڑھتی تھیں جس کی ہر رکعت میں حمد کے بعد پچاس سورہ "قل ھو اللہ" پڑھتی تھیں۔ "من لایحضرہ الفقیہ، ج ۱، ص ۵۶۴"۔

۳۴-امام صادقؑ: "جناب فاطمہ زہراؑ، ہر شنبہ کی صبح میں شہیدوں کی زیارت کے لئے جایا کرتی تھیں" (وسائل الشیعہ، ج ۲، ص ۸۷۹)۔

۳۵-امام صادقؑ: "یقیناً اگر فاطمہ زہراؑ کی شادی، امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ سے نہ ہوئی ہوتی تو زمین پر آدمؑ اور ان کے بعد کوئی بھی شخص حضرت فاطمہ زہراؑ سے شادی کے لائق نہ تھا (کتاب خصال شیخ صدوق، ج ۲، ص ۴۱۴)۔

۳۶-امام صادقؑ: "بیشک ہمارے مومن شیعوں کے چھوٹے بچوں کی موت کے بعد جناب فاطمہ زہراؑ تربیت فرماتی ہیں" (بحار الانوار، ج ۶، ص ۲۲۹۔ تفسیر علی ابن ابراہیم، ج ۲، ص ۳۳۲)۔

۳۷- امام موسی کاظمؑ: "بیشک فاطمہ زہراؑ، بہت سچی تھیں، جن کو شہید کر دیا گیا تھا" (اصول کافی، ج ۱، ص ۴۵۸)۔

۳۸-امام کاظمؑ: "جس گھر میں بھی محمد یا احمد یا علی یا حسن یا حسین یا جعفر یا طالب یا عبداللہ اور عورتوں میں فاطمہ نامی کوئی ہوگا تو اس گھر میں فقر و تنگدستی داخل نہیں ہوگی" (کتاب کافی، ج ۶، ص ۱۹)۔

۳۹- امام رضاؑ: "سب سے پہلے جس کے مرنے کے بعد، اس کے لئے تابوت بنایا گیا تھا وہ آنحضرتؐ کی بیٹی فاطمہ زہراؑ تھیں، درود ہو ان پر، ان کے باباؑ اور شوہر علیؑ پر اور ان کے دونوں بیٹوںؑ پر (بحارالانوار، ج ۷۸، ص ۲۴۹)۔

۴۰- امام زمانہ (عج): "پیغمبرؐ کی بیٹی کی سیرت میں میرے لئے بہترین سر مشق زندگی ہے" (بحارالانوار، ج ۵۳، ص ۱۸۰)۔

خلاصہ یہ کہ ماہ جمادی الثانی وہ مہینہ ہے جس میں مشہور روایت کے مطابق ۳ جمادی الثانی سنہ ۱۱ ہجری میں (نبی اکرمؐ کی رحلت کے ۹۵ دن بعد) حضرت فاطمہ زہراؑ کی شہادت واقع ہوئی تھی۔ شہزادی کائناتؑ تمام بلند مقام و عظمت کے باوجود مظلومانہ طور پر شہید کردی گئیں اور صرف چند افراد کی موجودگی میں آپؑ کو دفن کیا گیا تھا۔ اور وہ بھی دشمنوں کے خطروں کی وجہ سے امام علیؑ نے رات کے اندھیرے میں آپؑ کو نامعلوم مقام پر دفن کیا گیا اور آپؑ کے نشان قبر کو بھی مٹا دیا تھا تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے اور حکومتی افراد یہ جسارت نہ کریں کہ آپؑ کی نماز جنازہ پڑھنے کے بہانے سے قبر کو دوبارہ کھود پائیں جیسا کہ آپؑ کی تدفین کے دوسرے دن ہوا بھی یہی کہ جب آپؑ کی شہادت اور پوشیدہ طور پر تدفین کی خبر شہر مدینہ میں پھیل گئی تھی تو حکومتی افراد نے قبرستان کا رخ کیا تاکہ قبر کو کھود کر دوبارہ نماز پڑھے اور دفن کرے اور جیسے ہی امام علیؑ کو اس بات کا پتہ چلا تو نہایت غصے میں فورا پہنچ کر قبرستان کے راستے پر تلوار نکال کر کھڑے ہو گئے اور غصہ میں شیر کی مانند للکارنے لگے، لوگوں نے جب امام علیؑ کے غصے کی یہ مخصوص حالت دیکھی تو وہاں سے بھاگ گئے۔

مگر سوالات آج بھی زندہ ہیں کہ جناب فاطمہ زہراؑ کا کیا قصور تھا اور کیا وجہ تھی کہ آپؑ کو آپؑ کے باباؑ کی رحلت کے بعد اتنا جلدی اس دنیا سے جانا پڑ گیا؟ اور آپؑ کی قبر تک کا نشان باقی نہ رہا؟۔ کیوں امت مسلمہ نے آپؑ اور آپؑ کے گھرانے پر تمام تر مظالم ڈھائے جب کہ سب آپؑ کی شان و عظمت کو جانتے تھے؟ اور بعض موقعوں پر ان کا اعتراف بھی کیا تھا اور خود آنحضرتؐ نے آپؑ کی بزرگی و عظمت کو بیان کیا تھا؟۔

مظلومیت حضرت فاطمہ زہراؑ سے متعلق ان سوالات کو ہمیں تمام دنیا تک پہنچانے کی ضرورت ہے اس لئے کہ جو بھی ان سوالات پر واقعی طور پر غور و فکر کرے گا یقینا وہ ہدایت کی روشنی سے نزدیک ہوتا جائے گا۔ (والسلام علیکم)

➢ اشعار در مدح حضرت فاطمہ زہرا علیہاالسلام

▪ نتیجہ فکر: مولانا سید معظم حسین زیدی۔ متعلم جامعۃ المصطفیؐ العالمیہ۔ قم ایران

(١)

میری، میرے گھر کی یوں، وابستگی زہراؑ کی ہے
غم ہے اُن کا غم، مِری ہر اک خوشی زہراؑ کی ہے

باقرؑ و صادقؑ، تقیؑ و عسکریؑ، مہدیؑ دیں
گلستانِ مصطفیؐ کی ہر کلی زہرا کی ہے

سَر جھکا کر آسماں سے ایک بار آیا تھا بس
آج تک، زُہرہ کے اندر، روشنی، زہرا کی ہے

کہہ رہی ہے، یہ حدیثِ لولا انتِ فاطمہؑ
لمحہ لمحہ، ہر گھڑی اور ہر صدی زہراؑ کی ہے

اصغرِ ذیشانؑ نہیں ہیں ظالموں کے درمیاں
اَن گِنَت خاروں میں اک تازہ کلی زہراؑ کی ہے

فخر تو کرتے ہیں سب، اپنی عبادت پر مگر
جس پہ نازاں ہے خدا وہ بندگی زہراؑ کی ہے

حُر کے ماتھے پر بندھا، رومال کہتا ہے یہی
خلد تک لے جائے جو وہ دوستی زہراؑ کی ہے

ظالموں کے ساتھ تو بھی لعن کا حقدار ہے
گر ترے دل میں ذرا بھی دشمنی زہراؑ کی ہے

مانگ کر دیکھے تو کوئی قم کے روضہ پر ذرا
کیوں نہ دے گی مثلِ زہراؑ، لاڈلی زہراؑ کی ہے

قُم کا روضہ ہوگیا ہے عُشِّ آلِ مصطفیؐ
ایسا لگتا ہے کہ اِک چادر تَنی زہراؑ کی ہے

مرثیے، نوحے، قصیدے، مجلسوں کی شکل میں
فضلِ رب سے، پاس میرے، نوکری زہراؑ کی ہے

(۲)

سکونِ قلبِ پیمبر ہیں فاطمہ زہراؑ
خدا کے دیں کا مقدّر ہیں فاطمہ زہراؑ

دفاعِ حقّ امامت کی راہ میں اب بھی
خود اپنی ذات میں لشکر ہیں فاطمہ زہراؑ

حذیفہ، بوذر و سلمان و میثم و مقداد
تمہارے دَر کے ہی نوکر ہیں فاطمہ زہراؑ

جہاں بھی فخر و فضیلت کی بات آئی ہے
اماموں کے لبوں پر ہیں فاطمہ زہراؑ

خدا کا شکر کرو، ماں کو بھی دعائیں دو
کہاں ہر اک کو میسّر ہیں فاطمہ زہراؑ

یہ نسل آپ کی دنیا سے کہہ رہی ہے یہی
جواب طعنۂ ابتر ہیں فاطمہ زہراؑ

بہ وقت نزع فرشتوں نے خود سلام کیا
جو دیکھا میرے لبوں پر ہیں فاطمہ زہراؑ

(۳)

میری زباں پہ آج ثنا فاطمہؑ کی ہے
اشعار جو لکھے ہیں عطا فاطمہؑ کی ہے

جنت ہو، سلسبیل ہو، کوثر ہو، یا صراط
لازم ہر اک جگہ پہ رضا فاطمہؑ کی ہے

آ کر سکون پاتے ہیں جس میں رسولؐ حق
کچھ ایسی شاندار ردا فاطمہؑ کی ہے

ہو اس سے بڑھ کے آپ کی عصمت پہ کیا دلیل
اللہ کی رضا ہی رضا فاطمہؑ کی ہے

عباسؑ ہیں شجاعت حیدرؑ کے ورثہ دار
زینبؑ کی ہر ادا میں ادا فاطمہؑ کی ہے

آ کر ملک بھی لے گئے چوکھٹ سے روٹیاں
مشہور دو جہاں میں سخا فاطمہؑ کی ہے

مشکل پڑے ہزار، نہ چھوٹے علیؑ کا ساتھ
دیوار و در کے بیچ صدا فاطمہؑ کی ہے

مرنے کے بعد بھی ہیں ولایت کی رہنما
مولا علیؑ سے ایسی وفا فاطمہؑ کی ہے

بسم الله الرحمن الرحيم

Under the Patronage of Hazrat Wali al-Asr (aj)

Akhtar Taban

اختر تابان

AKHTAR TABAN BIMONTHLY RESEARCH JOURNAL
YEAR 1 | NO. 3 | NOVEMBER & DECEMBER 2024

MAGAZINE PROFILE

Editor-in-Chief:
Hujjatul Islam
Syed Kazim Rizvi

Executive Director:
Maulana
Talim Raza Jafri

Deputy Executive Director
Dr. Syed Baqir Eliya Rizvi

Graphics and Design
Syed Rohullah Naqavi

Bonyad Akhtar Taban
Block 63, Alley 28, Safaiyah Street, Qom, Iran
+982537837506 | +989963778614
www.allamahrizvi.com
info@allamahrizvi.com

BIMONTHLY RESEARCH JOURNAL AKHTAR TABAN
NOVEMBER & DECEMBER 2024

In the Name of Allah, the Most Gracious, the Most Merciful

THE PROPHET MOHAMMAD(pbuh)

And important events before declaring prophethood (Part 2)

Analysis by: Rais al-Muballigheen Allamah Sayyid Saeed Akhtar Rizvi
Preparation by: Hujjatul Islam Moulana Sayed kazim Rizvi

Introduction

This article is taken from the writings of Rais al-Muballigheen Allamah Sayyid Saeed Akhtar Rizvi, specifically from the book "Life of Muhammad the Prophet". Here, on the occasion of the birth anniversary of His Holiness (saww), some important topics are mentioned in this edition of the Akhtar Taban magazine, and other topics will be mentioned in the next editions. The contents of this book are very important, as Allamah Rizvi himself stated in the introduction of this book that: "The idea behind writing this book was to satisfy the needs of our new generation - the youths and the students who are unable to study the scholastic books written by the Muslim scholars and whose only source of information seems to be the biased writings of orientalists presented as "objective" and "authentic" studies."

Sacrilegious War (Harb-ul-Fijar) and League of Virtuous (Hilful-Fudhul)

At a place known as 'Ukaz, a great annual fair used to be held during the month of Dhul-Qa'dah during which war and bloodshed were forbidden. At the time of the fair, 'Ukaz presented a scene of pleasure and abandonment with its dancing girls, gaming tables, drunken orgies, poetic contests and shows of prowess ending frequently in brawls and bloodshed. At one of the fairs, war broke out between the Quraish and the Banu Kinanah on one side and the Qais 'Aylan on the other.

This war continued for a number of years with a considerable loss of life and varying fortunes. The lewd scenes, drunken affrays and the horrors of the war must have created a deep impression on Muhammad's sensitive mind. When the Quraish were ultimately victorious, a league was formed, on the suggestion of Zubayr, an uncle of the Prophet, to prevent disturbances of peace, to help victims of oppression, and to protect travelers. Muhammad took a very active interest in the functioning of this League which came into being as a result of a settlement known as Hilf-ul-Fudhul between Banu Hashim, Banu Taym, Banu Asad, Banu Zuhrah and Banu Muttalib. The League continued to function for half a century following the inception of Islam.

Muhammad (s.a.w.a.) marries Khadijah

Now, Muhammad (s.a.w.a.) was old enough to go with the trade caravans. But Abu Talib's financial position had become very weak because of the expenses of Rifadah and Siqayah, and it was no longer possible for him to equip

Muhammad (s.a.w.a.) with the merchandise on his own. He, therefore, advised him to act as agent for a noble lady, Khadijah bint Khuwaylid, who was the wealthiest person in Quraish. It is written that in the trade caravans, her merchandise usually equaled the merchandise of the whole tribe put together.

Her genealogy joins with that of the Holy Prophet at Qusayi. She was Khadijah daughter of Khuwaylid ibn Asad ibn 'Abdul-'Uzza ibn Qusayi.

The reputation which Muhammad (s.a.w.a.) enjoyed for his honesty and integrity, led Khadijah to willingly entrust her goods to him for sale in Syria. He traded in such a way that the goods earned more profit than expected, and yet he was praised for his integrity, honesty and generosity.

Khadijah was very much impressed. Only two months after his return to Mecca, he was married to Khadijah. He was twenty-five years of age.

Reconstruction of the Ka'bah

In about ٦٠٥ A.D. when the Holy Prophet was ٣٥ years old, a flood swept Mecca and the building of the Ka'bah was badly damaged. The Quraish decided to rebuild it. When the walls reached a certain height, a dispute arose between various clans as to whom should the honor of placing the Black Stone (Hajar Aswad) in its place go. This dispute threatened to assume serious proportions but, at last, it was agreed upon that the first person to enter the precincts of the Ka'bah the next morning should arbitrate this issue.

It so happened, that first person was none other than Muhammad (s.a.w.a). The Quraish were pleased with the turn of the events because Muhammad was well recognized as the Truthful and Trust-worthy personality.

Muhammad (s.a.w.a.) put his own robe on the ground and put the Black Stone on it. He told the disputing clans to send one

representative each to hold the corners of the robe and to raise it. When the robe was raised to the required level, he took hold of the Stone and put it in its place. This was a judgement, which settled the dispute to the satisfaction of all the parties.

At this time, he had entered into several business partnerships and always acted with great integrity in his dealings with his partners.

'Abdullah, son of Abu Hamza, narrates that he had entered into a transaction with Muhammad (s.a.w.a). Its details had yet to be finalized when he had suddenly to leave promising that he would return soon. When, after three days, he went again to the spot, he found Muhammad (s.a.w.a.) waiting for him. Muhammad (s.a.w.a.) did not remonstrate with him. He just said that he had been there for all those three days waiting for him. Saib and Qays, who also had business transactions with him, testify to his exemplary dealings. People were so impressed by his uprightness and integrity, by the purity of his life, his unflinching fidelity, and his strict sense of duty that they called him "al-Amin," the trusted one.

The Age of Ignorance

It was an age of ignorance (ayyamul-jahiliyyah) in which, generally speaking moral rectitude and the spiritual code had long been forgotten. Superstitious rites and dogmas had replaced the tenets of the Divine religion.

Only a few Quraishites (the ancestors of the Holy Prophet and a handful of others) remained followers of the religion of Ibrahim (A.S.), but they were an exception and were not able to exert any influence on others who were deeply submerged in pagan rites and beliefs. There were thoge who did not believe in God at all and thought that life was just a natural phenomenon. It is about these people that the Qur'an says: And they say: There is nothing but our life of this world; we live and die and

nothing but time annihilates us. (**Qur'an**, **45**:**24**)

Some believed in God but not in the Day of Resurrection or reward and punishment. It is against their belief that the Qur'an says: Say: He will give life to them Who brought them into existence at first. (**Qur'an**, **36**:**79**)

While a few believed in God as well as in the reward and punishment in the life hereafter, they did not believe in Prophethood. It is about them that the Qur'an has said: And they say: What sort of prophet is he that eats and goes about in the market? (**Qur'an**, **25**:**7**)

But, by and large, the Arabs were idolaters. They did not, however, recognize idols as God but only as intermediaries to God. As the Qur'an has pointed out, they said: We do not worship them save so that they may bring us nearer to Allah. (**Qur'an**, **39**:**3**)

Some tribes worshipped the sun, others the moon. But the great majority, while indulging in idolatry, believed that there was a Supreme Being, the Creator of the heavens and the earth whom they called "Allah." The Qur'an says: And if you ask them: Who has created the heavens and the earth and made the sun and the moon subservient? They will cry out 'Allah'. Then whither are they going? (**Qur'an**, **29**:**61**)

And when they sail in boats, they sincerely solicit the aid of Allah, but when He brings them safely to the land, behold! They ascribe others (with Him). (**Qur'an**, **29**:**65**)

Christianity and Judaism, in the hands of their then followers in Arabia, had lost their appeal.

Sir William Muir writes:

Christianity had now and then feebly rippled the surface of Arabia and the sterner influences of Judaism had been occasionally visible in a deeper and more troubled current, but the tide of indigenous idolatry and superstition, setting out

from every quarter with an unbroken and unebbing surge towards the Ka'bah, gave ample evidence that the faith and worship of the Ka'bah held the Arab mind in thralldom, vigorous and undisputed. After five centuries of Christian evangelization, it could only claim a sprinkling of disciples among the tribes, and as a converting agent was no longer operative.

(... The rest of the demand in the next Magazine)

AKHTAR
TABAN
Bimonthly Research Journal
www.allamahrizvi.com
FOR MORE DETAILS:
WWW.ALLAMAHRIZVI.COM